UNIVERSAL
LIBRARY
OU-234660
UNIVERSAL
LIBRARY

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

این رساله مفیده و نسخه جدیده در تشکیک و تشقی

بعض اشخاص که اکثر عوام مؤمنین عبادات را بیدار انبکر

بحیثیت مشکوک کنند المسمی به

تنقیح العبادات

از نتائج ذهن رسای وحید العصر

والزمن مولوی سید ال حسن صاحب موهانی که نه از برای نام

بلکه جهت افاده انام بتحریر آن همت برگماشته داخل حسنات شدند

در مطبع اسعد الاخبار اکبراباد مطبوع شد

سنه ۱۲۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

قال اللہ تعالی لا تعبدوا الا اللہ یعنی عبادت نکرو کسیکی سوا اللہ تعالے کے وقال اللہ تعالی
ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یعنی چاہئے کہ ساجھی نہ ٹھیراوے اللہ تعالے کی عبادت میں کسیکو
جاننا چاہئے کہ عبادت کے معنی اور شرک کے ایسے صاف تھے کہ ہماری اسلاف اوسکی بحث تنقیح کا
ضرور نہ سمجھے مگر اب کہ اوسمیں نزاع واقع ہوئی اور اوسکی تنقیح کہ مبنی ہوا وپر مقدمات متفق
علیہ کے اشد ضرور معلوم ہوئی اسلئے یہہ رسالہ لکھا جاتا ہی اوسمیں چار فصلیں ہیں اور اوسکا نام
تنقیح العبادت اور شہر ۱۲۷۰ ہجری میں تمام ہوا **پہلی فصل** تنقیح عبادت کے معنی کی
موقوف ہی چند مقدمات پر **پہلا مقدمہ** باتفاق اہل لغت عبادت کے معنوں کی اصل تذلل ہے
یعنی اپنی کمی اور اپنا فروتر ہونا کسیکے نسبت جتانا کہ عین تعظیم طرف ثانی کی ہی پس جو تعظیم
نہیں ہی وہ عبادت نہیں ہوسکتا **دوسرا مقدمہ** باتفاق مسلّم الثبوت ہی اللہ تعالے کو مستحق عبادت
جاننا اور اوسکی صفات کمال کا اعتقاد اور اوسکے احکام کو تسلیم کرنا بھی اوسکی عبادت ہی اس سے ثابت
ہوا کہ مطلق عبادت کیلئے ثابت ہونی ہاتھ پاؤں وغیرہ کی حرکت کا ہونا جیسے افعال و اعمال کہتے ہیں
ضرور نہیں ہی **تیسرا مقدمہ** از روی آیہ کریمہ واخفض جناحک للمؤمنین تعظیم اولیا
اللہ کی اور بموجب آیہ کریمہ واخفض لہما جناح الذل ماں باپ کی تعظیم فرض عین ہی اور کہیں بھی

بعضے دولتمند ون اور فقرا ہیئون کی تعظیم کرتے ہین اور اوسمین اونکی پرستش اور عبادت
نہین سمجھتے ہین اور نہ اونکو اپنا معبود جانتے ہین یہان سے ثابت ہوا کہ صرف مطلق
تعظیم یعنی بغیر کسی قید خاص کے جو آگے ظاہر ہوگی عبادت نہین تھہر سکتی یہ تیسرا [illegible]
چوتھا مقدمہ موجب آیہ کریمہ مَن یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوبِ
تعظیم شعائر اللہ کی یعنی اون چیزونکی جنکو اللہ تعالے کے ساتھ سوائے نسبت مخلوقیت کے
ایک اور نسبت مخصوص شرفاً و فضلاً حاصل ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ اور کتاب اللہ وغیرہ فرض
عین ہے یہان سے علاوہ ثبوت اوس بات کے جو مقدمہ ثالثہ سے ثابت ہوتی تھی یہہ مطلب بھی ثابت
ہوتا ہے کہ تعظیم کے عبادت تھہرنے مین طرف ثانی کے عدم انتفاع کو کچھ دخل نہین ہے یعنی یہہ بات
جسکی تعظیم سے طرف ثانی کو کچھ نفع نہو اوسے عبادت کہینگے محض غلط ہے کیونکہ بیت اللہ اور کتاب اللہ
تعظیم بنی آدم سے کچھہ نفع نہین کیونکہ یہ نفس محض ہین پانچوان مقدمہ مشرک ہونا موجب
بعض اوقات جانور کے ذبح کرنے کو بھوگ دینا اپنے معبود کا اور قربانی کرنا اوسکے نام کی سمجھتا ہے اور
بعض اوقات نہین سمجھتا ہے حالانکہ ظاہر مین چھری دونون وقت یکسان ہوتی ہے اور بعضی نماز باوجود
طہارت بدنی اور درستی ارکان کے موجب عذاب ہوتی ہے حالانکہ صورت مین ایسی ہی ہوتی ہے جیسی باعث
ثواب ملتا ہے یا کعبہ کے روبرو پیشانی زمین پر رکھی جاتی ہے اور کعبہ کی عبادت نہین
تھہرتی پس معلوم ہوا کہ فرق نیت کا ہے اور چونکہ یہہ دونون کام یعنی ذبح جانور اور سجدہ کو
اہل علم ونیز عوام ہمیشہ اپنے خاص شرک فی العبادت کو منحصر سمجھتے ہین تو بنا بر تصریح مذکور بغیر
نیت کے عبادت نہین ہو سکتی تو اور کوئی فعل تعظیمی بطریق اولی بغیر شمول نیت کے عبادت نہین ہو سکتا
پس صرف افعال اور اعمال یعنی بغیر شمول نیت کے شرک کے لغو تیسرا نا محض غلطی ہے جیسا بعض لوگ
سمجھے ہوئے قرار دیا ہے چھٹا مقدمہ ازروے قرآن شریف کے ظاہر ہے کہ مشرکین عرب مالک

ملکوت السموات والارض کا الٰہ ہی کو جانتے تھے اور معبودان باطل کو بالکل مثل اللہ کے نہیں سمجھتے
اور نہ کسی صفت کمال میں انکو بالکل مثل اللہ تعالیٰ کے جانتے تھے پس ثابت ہوا کہ صرف اسیکا
نام شرک فی الالوہیت نہیں ہے کہ کسی مادون اللہ کو بہمہ وجوہ مثل اللہ کے جانیے ساتواں
مقدمہ یہ ہے کہ ظاہر اور بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ بعضی باتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے
ثابت ہیں اور ساتھ اسکے مخلوقات کے لیے بھی لفظاً ثابت ہیں جیسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
زندہ اور دانا اور توانا اور شنوا اور بینا اور گویا اور ارادے والا ہے اور اسی طرح
فرشتوں اور جنوں اور آدمیوں کو بھی زندہ اور دانا اور توانا اور شنوا اور بینا اور
گویا اور صاحب ارادہ کہتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس طرح فہم اور بولی میں
مثلاً زید کا شریک حال عمرو ہے اسی طرح جاندار ہونے میں بیل اور بکری اور جو
ہرا ہونے میں گھاس اور درخت اور جاندار ہونے میں کنکر پتھر بھی شریک حال
زید کا ہے اور پایا جانا صفات مذکورہ بالا کا اللہ تعالیٰ میں اور ملک اور جن و بشر میں
مسلم الثبوت ہے اب اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی صفت کو منجملہ صفات مذکورہ الا علی الاطلاق
الوہیت محققہ اور معبودیت حقہ الٰہی کے متحقق ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے اور جس صفت سے
ان صفتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختصاص ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی جہت سے تمام کمالات
اور الوہیت اور معبودیت حقہ میں وحدہ لا شریک ہے وہ وہی امر ہے کہ جبکہ یہ بھی غیر حق میں
نہ پایا جاوے ورنہ ملک اور جن اور بشر کو دانا اور زندہ اور توانا کہنے میں کفر صریح لازم آتا
اور الوہیت مختصہ میں لا شریک محض ہونا اللہ تعالیٰ کا عقلاً اور عرفاً و شرعاً نہ ٹھہر جاتا یہ
اسی جہت سے قرآن شریف اور حدیث صحیح میں جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ آیا ہے یا [illegible] الا انہ نہیں [illegible]
ویسا ہی لا نعبد الا اللہ اور [illegible] لا تعلموا [illegible] غیر اللہ نہیں [illegible] اس سے ثابت ہوا کہ

شرک فی العلم اور شرک فی القدرۃ کو شرک فی العبادت کے تحت میں داخل کرنا بلکہ
اوسکا ہم جنس اور قسیم قرار دینا محض غلط او قطعًا باطل ہی جیسا عبد الوہاب نجدی نے لکھا ہی
یعنی علم یا قدرت جس حیثیت سے کہ اللہ تعالی کی صفت ہی اوسکا اعتقاد کرنا اوسکی عبادت نہیں
اور جس حیثیت کے ساتھ جب ما سوا اللہ کے لیے اعتقاد کیا جایگا شرک فی العبادۃ لازم اوسکا نہیں
ایسی کوئی صورت نہیں نکلتی کہ شرک فی العلم یا شرک فی القدرت ہو اور شرک فی العبادۃ نٹھہرے
آٹھواں مقدمہ ظاہر ہی کہ کوئی کسیکی دل سے سچی تعظیم نہیں کرتا جب تک کہ اوسمیں
کوئی صفت عظمت اور بڑائی کی نہیں گمان کرتا اور منجملہ صفات کمال عظمت حضرت حق
جل و علی کے جسکا کمال ہونا ہر عام وخاص کی نظر میں ظاہر ہی اور آدمی بھی دنیا میں انہیں
بعضی کی جہت سے معظم ہوتا ہی تین چیزیں ہیں ایک بی نیازی ما سوا سے دوسرے وسعت
علمی تیسرے وسعت قدرت سو وسعت قدرت کا یہ حال ہی کہ انبیا علیہم السلام نے جانور میں جان
ڈالدی اور آگ اور پانی اور ہوا اور زمین نے اونکی تابعداری کی کہ اپنے ذاتی خواص
اونکے حکم سے چھوڑ دیئے اور آفتاب و مہتاب پر اونکا حکم جاری ہوگیا اور باجماع حنفی
کتاب اور سنت سے ثابت ہی کہ معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم لاکھوں فرشتے نہیں کرسکتے ہیں
اور اگر شرعًا یا عقلًا ثابت نہیں ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے منجملہ اپنے مقربین کے کسیکو چیز دینے کی
ایجاد کی قدرت عطا دی ہی یا دیگا مگر کوئی دلیل عقلی یا شرعی اسپر نہیں قائم کہ اللہ تعالی منجملہ اپنے عزیز بندوں کے
کسیکا تصرف ہمت کا اسطرح پر جاری نہونے دیگا کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا بنا دے
یا علوق دختری کو لڑکا کر دے اور اگر پانی نہ برستا ہو برسا دے اور مفلس کو تونگر اور بیمار کو
تندرست کر دے کہ وہ یہ نہیں باتوں کے جادو ہونیکے گمان کو انبیا اور اولیا سے شرک فی
القدرت کہتے ہیں حالانکہ فرشتوں کا کرنا ایسے ہونیکا مسلم تہا سو ان کاموں کا مخصوص ملائکہ ہی

وکیونکر یہ منصب نہیں پاسکتا اور وسعت علمی کا یہ حال ہی کہ باوجودیکہ اللہ تعالی قران
شریف مین فرماتا ہی کہ لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یعنی غیب کی باتین سوا
اللہ تعالی کے کوئی شخص نہین جانتا ہی مع ہذا قران شریف مین یہ بھی فرمایا لا یظہر علی غیبہ
احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالی اپنے غیب پر کسیکو مشرف نہین کرتا مگر جسکو برگزیدہ
برسالت کیا اور لوح محفوظ مین سب کچھ مندرج ہی لیکن ملائکہ اسکی حافظ اور ناظر ہین دیکھنے والے اونکے سب
مراتب مندرجہ جانتے ہین اور اہل کشف لوح و قلم عقل کل اور نفس کل کو جانتے ہین یعنی وجود سے انکے تفصیل ملا
ہین اور اگرچہ عقلا یا شرعا یہ نہین ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالی نے کسیکو منجملہ اپنے مقربین بنی آدم
اپنے ہر معلوم پر آگاہی دی ہی یا دیگا مگر کوئی دلیل عقلی یا شرعی اسپر نہین قائم ہی کہ منجملہ اپنے
مقربین بنی آدم کی کسیکو اکثر حالات ابتدا اہل مین پر مطلع نہین کرسکتا یا نہین کریگا لہذا
علم کے گمان کو بہ نسبت اولیاء اللہ تعالی کے دعا یہ شرک فی العلم کہنے مین بالجملہ یہ دونون صفتین
عظمت کی ظاہر وجود مین آئی اور اسکی مین اب رہ گئی تیسری صفت یعنی بے نیازی
اور محتاج نہونا کسی کا سو بدلائل عقلیہ اور شرعیہ اور کشفیہ بخوبی ثابت ہی کہ تمام ماسوی اللہ
جیسا اپنے جوہر ذات کے پانے مین ارادہ الہی کے محتاج ہین ویسے ہی اپنی صفات اور آثار
اور افعال کے ظہور مین برابر یعنی جبدم اور جبسے جبتک اونکا ہونا اور پایا جانا فرض
کیا جاوے خواہ ازل سے ابد تک ہر آن بہر علی الاتصال فیض ارادی حضرت وجود ذات
اقدس تعالی کے محتاج ہین جیسے دھوپ برابر آفتاب کی اور شمع کی لو بتی کی محتاج رہتی ہی
نہ ایسی گھڑی محتاج ہوتی ہی کوکنے والے کی کہ بعد چل نکلنے کے پھر اوسکو ایک مدت تک حاجت
اوسکی نہین رہتی یعنی تمام موجودات عالم کا اپنی ذات کے پانے مین محتاج ہونا اور تعالی کا
لازم کرتا ہی اسبات کو کہ اپنی صفات اور افعال کے ظہور مین بھی اوسکے فیض ارادی کے محتاج ہین

بلکہ کسی بات میں کسی چیز کو کسی وصف اوسکا محتاج بنجانا ماننا اور اوسکی ذات کے موجود ہونے میں
اوسکا غیر محتاج ہونا قرار دینا ہی یعنی بے نیازی افعال اور صفات میں بغیر بے نیازی ذات
نہیں درست ہو سکتی پس جسطرح اللہ تعالی کا فی الجملہ نیاز مند ہونا عقلاً ممتنع بالذات ہی اوسیطرح
ماسوا اللہ کا فی الجملہ بے نیاز ہونا اوس سے عقلاً اور شرعاً اور کشفاً ممتنع بالذات ہی یعنی وہ
چیز کہ جس سے حق جل وعلی معبودیت حقہ میں وحدہ لاشریک اور بے شریک اوسکا ممتنع بالذات ہی
سو صرف یہی بے نیازی ہی ماسوا اسکے کہ زندگی شائبہ بھی اوسکا ظاہر وجود میں نہیں آتا اور نہ
آسکتا ہی اور باقی جتنی صفات کمال میں اونکو جس طرح کی خصوصیت وحدت تعالی کیسے
ساتھ ہی اوسکی وجہ وہی بے نیازی واقع ہوئی ہی یعنی مثلاً اللہ تعالی کو زید کے ہونیکا
علم ویسا ہی جیسا اپنی ذات کا علم آدمی کو ہوتا ہی اور عمرو کو جو زید کے ہونیکا علم ہی سو ویسا نہیں
اور نہ ویسا ہو سکتا ہی یا یہ کہ اللہ تعالی کا علم غیر متناہی ہی اور زمانہ کی مخلوقات کا علم غیر متناہی
نہیں ہو سکتا سو اس تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں ہی سوا اوسی بے نیازی کی پس اگر اس صفت سے
قطع نظر کیا جاوے تو اوس تفرقہ کے درست ہونیکی کوئی وجہ نہ نکلیگی پس یہ بات جانا کہ
قدرت اور علم جس قدر کہ اوسکی ذاتی لطافت کی رو سے ازروے مجاز حادث سکر ہوئی ہی اوس سے
تبرکاً جو کرامت کہتے ہیں کسی آدمی کی نسبت اعتقاد کرنا شرک فی العلم اور شرک فی القدرت تمام
محض لغو اور باطل ہی جیسا کہ اسی جہت سے شیخ اکبر نے فصوص میں فرمایا کہ اون کا مل ہم
صفت سے اللہ کی میں ادلتعالی الی آخرہا ہو جاتی ہیں مگر صفت بے نیازی کہ وہ کسی میں نہیں آئی ہی اور نہ
آسکتی ہی اور سر کا یہ کہ بے نیازی مخصوص بحضرت حق ٹھہری تو اور صفات میں کوئی اگر بالفرض اعلی
مراتب کو پہنچ جاوے تو شرک اور مساوات اوسکی لازم نہ اویگی الحاصل جبکہ یہ ہی مراتب زمین نشین ہو لیے
یعنی یہ کہ صرف افعال اور حرکات ہاتھہ پاؤں کے بغرض تعظیم کے تعظیم نہیں ہو سکتی

اور صرف یہی شرک فی العبادہ نہیں ہے کہ صراحۃً ہمہ وجوہ کسی کو ماسوا اللہ کو مثل اللہ
جانیے اور یہہ کہ کوئی کام کسی کے لیے جو تعظیماً کیا جاتا ہے تب تک دل سے اظہار نیاز کے حق میں اسکی
عظمت اور برائی کا دینا نہو جسکا دینا اللہ تعالیٰ کے لیے ہو سکتا ہے تب تک وہ کام
عبادت نہیں ٹھیر سکتا اور شرک فی العبادہ نہیں ہو سکتا جب تک کسی ماسوا اللہ کے لیے
اسکی عظمت اور برائی کی شایستگان نہو جو مخصوص حضرت حق جل وعلی ہی اور مخصوص
حضرت حق جل وعلی اسی بات جسکی جہت سے وہ تمام صفات کمال میں وحدہ لا شریک
ٹھیرے کوئی نہیں ہے مگر وہ جسکا شایبہ بھی مخلوق میں نہ ظاہر ہو اور نہ ظاہر ہو سکے
اور وہ نہیں ہے مگر بے نیازی کیا ذات کی راہ سے اور کیا صفات اور افعال کی راہ سے
تو عبادت اور شرک فی العبادت کے کچھ معنی نہیں ہو سکتے مگر یہہ کہ جو یہاں لکھے جاتے ہیں
یعنی جاننا چاہیے کہ کسی میں کسی عظمت اور برائی مثلاً وسعت علم یا وسعت قدرت کے
ہونیکا اعتقاد بحسب عقلی دو حال سے خالی نہیں آیا اوس صفت کو بالفعل اوسمیں
یعنی خواہ ازل سے ابد تک ہو خواہ بیچ میں پایا جاتا ہے غیر کی جہت سے سمجھتا ہی یا
نہیں پہلی صورت میں یعنی اگر غیر کی جہت سے سمجھتا ہی تو یہہ تعظیم عبادت نہیں
قرار پا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی تعظیم نہیں ہو سکتی بلکہ باتفاق کفر ہی اور جبکہ عبادت
نہ ٹھیری تو اوس کسیکے لیے کیجائے شرک فی العبادہ اوس سے لازم نہ آویگا ہمارے
کہ سجدہ کرنا اور جانور کی خونریزی سے بھی گو کہ ہماری شریعت میں اون دونوں کو بغیر عبادت
بھی صرف تعظیماً ماسوا اللہ کے لیے کرنا ممنوع ہو اسلیے کہ شرعاً ممنوع ہونے سے یہہ لازم نہیں آتا کہ اسکا
استحقاق سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسیکے لیے محال ہی چنانچہ اسی لیے بعضی اگلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی درست تھا
جیسا حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا اور فرشتوں نے آدم کو اور دوسرے جیسے

عظمت کے بارے جاننے کو عزلی جہت سے نہیں سمجھا ہی تو ایسی تعظیم اللہ تعالی کے لیے ہو
سکتی ہی پس عبادت ٹھہری اور جبکہ عبادت ٹھہری تو اور جس کیلیے کیجاوی شرک فی العبادة
لازم آویگا گو کہ صرف سلام کرنا یا مؤدب دوزانو بیٹھنا ہو اگر کوئی کہے کہ مثلاً
کوئی کسی کو ترائی کی بات میں مطلق ماسوا سے بے نیاز سمجھے یا یہ سمجھے کہ اسکو علم تمام مخلوقات
اسی طرح پر ہی جیسے اللہ تعالی کو ہی یا یہ کہ تمام کمالات اوسکے بحد میں جیسے کمالات خدا کے مگر
یہہ قید ہی لگاوے کہ اپنی ذات کے پیدا ہونے میں مستغنی خدا سے نہیں ہی تو چاہیے کہ
اسمیں شرک فی العبادة لازم نہ اوسے کیونکہ اس قید کے ساتھ یہ بھی کوئی تعظیم اللہ تعالی کے
لیے نہیں ہو سکتی جواب اوسکا یہہ ہی کہ بیجا خود ثابت ہو لیا ہی چنانچہ اوپر مذکور
ہوا کہ کسی بات میں بے نیازی نہیں بن سکتی بغیر بے نیازی ذات کے پس قائل ہونا اوس
بے نیازی کا عین قائل ہونا اس بے نیازی کا ہی اور کسی مخلوق کے کسی کمال کو بحد جاننا
اوسکی ذات کو غیر مخلوق جاننا ہی علاوہ برین جب ہر طرح کی ہر بات میں بے نیازی ذاتی
خداوند تعالی کے لیے ٹھہری تو پھر جس کسی بات میں کسی طرح کی بے نیازی جب ماسوا اللہ کے لیے کیا ن
کیجاویگی تو شرک لازم اویگا اسیواسطے کفار عرب مشرک ٹھہرائے گیے یعنی اگرچہ اپنے معبودوں کو
بجمیع الوجوہ مثل اللہ تعالی کے بیپرواہ نہیں رکھتے تھے مگر اونکے اوس طرح کے کام ہونکو
جیسے اونکی ترائی اپنی خیال میں ٹھہرائی تھی خداوند تعالی کی مشیت سے باہر قرار دیتے تھے
جیسا کہ بعض فرقے اسلام کے اور بنوں کے افعال روزمرہ کو خدا کی مشیت سے علاوہ ٹھہراتے ہیں
چنانچہ اسی لیے قرآن شریف میں معبودان مشرکین کی شفاعت کے رد میں باذن اللہ کا
لفظ آتا ہی **الغرض** ان مثبت توتونکی جہت بعینہ آیہ کریمہ لا تعبدوا الا اللہ اننی لکم
بعبادہ رہا اجتناب کی یہہ ٹھہری کہ ہم بے نیاز کل ماسوا سے اکیلے محتاج نہو سکتے یا نذر

کیا اصل ذات کو پایا ہے جاننا میں اور کیا کسی برائی کی صفت اور کیا کسی بھلائی کی
کلام میں سوائے اللہ تعالی کے کسی کو نہ سمجھا کرو اور نہ یہ سمجھو کہ کسی کے لیے سوا اللہ تعالی کے کوئی
اس تعظیم کا عمل میں لایا کرو اور نہ عمل میں لانا جائز سمجھا کرو اور جس کسی کی تعظیم کیا کرو تو اوس کی
عظمت کی بات میں برابر برابر اللہ تعالی کا محتاج سمجھا کرو جیسے سو آفتاب کی محتاج ہوتی ہیں اور
اللہ تعالی کو ہر کمال میں اور تمام افعال میں کل باتوں سے نرالے نیاز سمجھا کرو اور ہر صفت کمال میں
اوسکو وحدہ لا شریک جانا کرو اگر کوئی کہے معتزلہ وغیرہ بندونکے افعال روزمرہ میں کہ خدا کی
مشیت کا کچھ دخل نہیں سمجھتے ہیں چاہیے کہ وہ بھی مشرک ٹھہریں ہم کہینگے البتہ ٹھہرنا مشرک
لازم آتا ہی مگر دو وجہ سے اونکو ویسے مشرک ٹھہرانا نہیں چاہیے الا یہ علم کے وقت میں مشرک
ہونے شبہ عارض ہوتا ہی ایک یہ کہ بندے اپنے افعال روزمرہ کی جہت سے کسی طرح کا تذلل
تجویز نہیں کرتے ہیں اور بغیر تذلل کوئی بات عبادت نہیں ٹھہر سکتی دوسرے یہ کہ اونکا
اجمالی کہا جاتا ہے الشئ کا بھی رکھتے ہیں کہ اسمیں بھی من وجہ اونکی سزا اور تش
قسم کم شرک سے ہوتی ہی اور حکم تکفیر کا مانند حکم حدود و قصاص کے زری شبہ میں ساقط ہوتا ہی کا
مگر در واقع مشرک ہونا اونکا لازم آتا ہی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ قدریہ یعنی منکر
تقدیر الہی کے مجوس ہیں میری امت کے یعنی جسطرح مجوس اہرمن اور آگ اور ستارونکو خالق
اشیا کا قرار دیکر جانتے ہیں کہ اونکے بنانے کاموں میں مشیت خدا کو کچھ دخل نہیں ہی ایسا ہی یہ
بنی ادم کو مخلوق الہی قرار دیکر اونکے افعال روزمرہ کو مشیت خدا سے بے علاقہ محض جانتے ہیں

دوسری فصل

متوجہ شدن عبادت کا معنی ایسے ٹھہرائے ہیں جس سے لازم
آتا ہی کہ سارا جہان ہمیشہ سے مشرک ہوتا رہا ہی یہانتک کہ خود ہی تعظیم کرنے کہتے ہیں کہ جس بات کو
شریعت محمدیہ نے عبادت الہی میں داخل ٹھہرا تا ہی اور جو باتیں مشرک لوگ کرتے تھے

لیے کرلیتے تھے دونوں قسم کا کام عبادت نہیں سو اگر غرض حمد اسکے لیے کوئی باد سمت کی جاوےگی
اشتراک یا الہ لازم آویگا کسی طرح کی نیت رکھے سو حالانکہ یہ قاعدہ محض غلط اور باطل ہی کیونکہ تقاضا
بسنت یا اجماع سے نہیں ظاہر ہوتا ہی علاوہ اسکے بہت سی باتیں اوس قاعدہ کے خلاف ازروے اصول
اسکا رہی اور معتقد اکثر اونکے اہل علم مدار کار صرف ترجمہ لفظی قرآن شریف و حدیث پر رکھتے ہیں
اور اصول فقہ وغیرہ کو لغو جانتے ہیں حالانکہ بغیر اصول سمجھے بہت جگہ قرآن شریف میں معاذ اللہ تعارض لازم
آتا ہی اور جو صرف ترجمہ پر رہے تو اسپر نہیں الزام دیجیے تو اوسوقت متکلمین اور فقہا کا دامن پکڑتے ہیں حالانکہ
بہت جگہ اونکے اجماع کے خلاف کرتے ہیں تو اوسکو جانتے نہیں سو اونکے الزام کے لیے یہ تو باتیں کسی قدر ضرور ہیں
لکھتا ہوں ازانجملہ باادب بیٹھنا مخالف ارکان نماز ہی معتقد اصحابہ کرام کا باادب بیٹھنا آنحضرت صلعم
حضور میں اسطرح کہ گویا اونکے سر پر جانور بیٹھتے ہیں اگر نماز کا بھی لیکن تواتر جاتا ہی یعنی
بالکل ہنا ہو کر اور رد احادیث مسلم بطریق تواتر ثابت ہی اور یہ ہیئت بعینہا وہی ہی جو مرید و شاگرد لوگ
حصول فیض باطن کے اپنے پیر کامل کے حضور میں بیٹھتے ہیں ازانجملہ قیام سو یہ بھی رکن نماز ہی بعینہ
بروایت ابوداؤد ثابت ہی کہ جناب سیدہ آنحضرت صلعم کے لیے تعظیما کھڑی ہوتی تہیں اور
بروایت صحیحین ثابت ہی کہ آنحضرت نے خود گروہ انصار کو سعد بن معاذ کے لیے کھڑے ہونیکا حکم دیا
اور بروز صلح حدیبیہ بعض صحابہ کا خدمتگار آنحضرت کے حضور میں کھڑے ہونا بھی مروی ہی
اور آنحضرت صلعم جو اپنے لیے کھڑے ہونیکو ناپسند کرتے تھے سو محض تواضعا ناپسند کرتے تھے
نہ لشرک معاذ اللہ جناب سیدہ کو بھی منع فرماتے ہاں جو کوئی خود اپنے لیے دنیا کی عظمت دکھلانیکو
دوسروں کو کھڑے رہنیکا حکم دے وہ البتہ گنہگار ہی نہ کہ اپنی خوشی سے کسیکا کھڑا ہونا منع ہو اور
سمجھنے کے لیے جسنے فرمایا کہ جب بیمار ہوا تم مری عیادت کو نہ آئے ازانجملہ بوسہ حجر اسود کا
کہ اقسام تعظیم کے جو شرک فرض ہو تو اور بروایت ابوداؤد کما فی المشکوۃ باب ...

اسکے باپ کے بدن اقدس پر بوسہ دیتی ہوہین اور قوم عبد قیس کی جب آئے مدینہ میں
تو بے تابانہ سواریوں سے اوتر کر آنحضرت کے دیکھنے کو گئے اور دست و پائے مبارک پر بوسہ دیا از ادب بخاری
شریف اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہی کہ حضرت صدیق اکبر نے بعد وفات آنحضرت کے آنحضرت کے
جسد اطہر کو بوسہ دیا اور بروایت جامع ترمذی اور ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ خود حضرت رسالت نے عثمان
ابن مظعون کی لاش کو بوسہ دیا اور روتے جاتے تھے کہ آنسو آپکے اون کے چہرے پر گرتے تھے زہی فخر و سعادت
عثمان کے بوسہ دینا اوسکی لاش مردہ کو شخص جسکے پاؤں چومنے کی فرشتے تمنا کرتے ہوں از انجملہ
طواف کعبہ منجملہ مناسک ضروریہ حج ہی سعیدا قصہ عمرۃ القضا کا از روے روایات صحیحہ کے مشہور ہی
کما فی المدارج کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ کی صاحبزادی کا مقدمہ فیصل جعفر طیار کے ذمہ
کیا موافق اونکی درخواست کے اوسوقت حضرت جعفر طیار اوٹھکر آنحضرت صلعم کے گرد گھومے
اور کہا میں نے حبشہ میں دیکھا ہی کہ جب بادشاہ کسیکو انعام دیتا ہی تو وہ شخص بادشاہ کے گرد گھومتا ہی
اور زید بن حارثہ کو جو فرمایا آنحضرت نے کہ تو میرا مشابہ ہی خلقت اور عادت میں تو وہ بھی اوٹھکر
گھومنے لگے اور ایسا ہی کیا جسطرح بعضے درویش لوگ سعد کرتے ہیں از انجملہ التزام ملتزم
یعنی بدن لگانا کعبہ کی دیوار سے درمیان حجر اسود و دروازہ کعبہ کے منجملہ مناسک حج ہی اگرچہ وہ آنحضرت
از روئے جامع ترمذی کے قصہ زاہر بن حرام صحابی کا ظاہر ہی کہ ایکبار زاہر کو آنحضرت صلعم نے اونکے
پیچھے سے آکر بند کرلیں جب انہوں نے جانا کہ حضرت سید المرسلین ہیں تو اپنے تئیں بہت پیچھے
ہٹایا کہ آنحضرت کے بدن اقدس سے انکا بدن لگ جاوے از انجملہ جیسا کہ قرآن شریف میں ہی
وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ یعنی اللہ کا سجدہ کرو جسنے بنایا ہی
اونکو یعنی آفتاب و مہتاب کو اگر تم ہو اللہ ہی کو پوجتے اسیطرح یہ بھی آیت ہی
وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ یعنی شکر کرو اللہ کا اگر ہو تم اوسیکو پوجتے

بھی اپنا سجدہ غیر اللہ مطلقا موجب شرک فی العبادۃ ٹھہرایا تھا تو چاہیئے کہ موجب
دوسرا اثبات ہوکہ وہی ترکیب اسمیں واقع ہی شکر غیر اللہ کا مطلقا شرک ٹھہرے حالانکہ جامع
ترمذی میں حدیث شریف ہی کہ جس شخص نے لوگوں کی شکر گذاری نکی اوسنے اللہ کی شکر گذاری نکی
کما فی التیسیر اور شکر گذاری محسن کی باجماع حقیقی مستحب ہی تنبیہ سجدہ کرنا اون چیزونکو
جنہیں مشرکین اپنا معبود سوا اللہ کے قرار دیتے ہیں سدا شرعی کی راہ سے مثل زنار باندھنے کے
علامت شرکیت کی ٹھہرائی گئی جیسے کہ نماز پڑھنا کعبہ کے طرف علامت اسلام کی ٹھہرائی گئی ورنہ
عند اللہ بغیر نیت قلبی کے نہ کفر ثابت ہوتا ہی نہ اسلام اور از روی بعض احادیث صحیحہ کے قبر کو
سجدہ کرنا ممنوع معلوم ہوتا ہی اور علی العموم ممانعت شرعی سجدہ کی اسکی لقا بعد اصول
دین کے گناہ کبیرہ ٹھہرے کسی حدیث صحیح صاف سے نہیں ظاہر ہوتی کہ اوسکو انسان کامل
زندہ کے لیے بھی سجدہ کرنا صرف تعظیما منجملہ کبائر ٹھہرے اور انسان کامل کا آفتاب پر
قیاس نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ آفتاب اور جمہور انواع ملائکہ اور کعبہ اور بیت المقدس سے
بھی افضل ہوتا ہی لہذا اسمیں اختلاف ہوگیا مگر جمہور اکثر فقہا بالکل ماسوا اللہ کے لیے سجدہ
کرنا حرام کہتے ہیں اگر عبادۃ نہو ورنہ کفر و شرک ہی بالاتفاق و بغیر نیت عبادۃ کے
اگر شرک ہوتا تو اگلی کسی شریعت میں بھی جائز نہوتا اسلیے کہ قرآن شریف سے ظاہر ہی
کہ شرک فی العبادۃ کبھی جائز نہیں ہوا ازانجملہ اطاعت اللہ تعالی کی عبادت ہی اوسکی معہذا
اللہ نے اپنی طاعت کے ساتھ اطاعت اپنے رسول بلکہ خلفا رسول کی بھی فرض و واجب کی ازانجملہ
بموجب آیہ کریمہ الیس اللہ بکاف عبدہ اللہ تعالی کو اپنے حق میں کافی سمجھنا عین ایمان اور
عمدہ عبادت سے ہی اور حسبی اللہ کا مضمون یعنی اللہ مجھکو کفایت کرتا ہی دل سے تمنا
اور اوسکا اقرار زبان سے کرنا بہترین عبادات الہی ہی معہذا خود خداوند تعالی نے اپنے ساتھ بعض

اولیاء اونکو لفظ میں شریک کرکے اپنے رسول کے حق میں فرماتا ہی حسبک اللہ و
من اتبعک من المؤمنین یعنی کفایت کرتا ہی تجکو اللہ اور جو شخص کہ تابعدار تیرا ہوا
از انجملہ ہر تونگر کو یہہ جاننا اور یہہ کہنا کہ اللہ تعالی نے مجہے تونگر کیا ہی عمدہ عبادت ہی اور
ایسے ہی سمجہنا در باب مالدار کر دینے بعض کافر کے اللہ تعالی اپنے ساتہہ اپنے رسول کو
لفظا شریک گردانکر فرماتا ہی وما نقموا الا ان اغناہم اللہ ورسولہ من فضلہ اس
آیت سے ظاہر ہوتا ہی کہ وصف رسول کہنا درست ہی از انجملہ یہہ کہنا کہ اللہ تعالی نے ہمکو روزی دی
ہوئی ہی یا دینا عبادت ہی اللہ کی اور خداوند تعالی نے اپنے ساتہہ آنحضرت صلعم کو لفظا
شریک کرکے اسطرح کہنے کو کہ اللہ اور اوسکے رسول نے ہمیں دیا ہی اور دینا پسند فرمایا جب
فرمایا ولو انہم رضوا ما آتاہم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ
یہاں سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ بولنا کہ ـ یے غنا یا حق خواجہ صاحب گر ملک یا شیخ سید
سبستش ورق ؛ شرک نہیں ہی بلکہ موافق کلام اللہ کی ہی از انجملہ استعانت یعنی
مدد مانگنا از روی ایاک نستعین کے صرف خدا ہی سے چاہیے نہ کہ غیر خدا سے اور بقول فرقہ مرتد
یعنی در صورتیکہ اصول تفسیر کی نہ نبیے اور مدار کار صرف ترجمہ لفظی پر رکہیے از روی آیہ
فاستعینوا بالصبر والصلوۃ اور حدیث فاستعینوا علی الحوائج بالکتمان اور اعینونی
عباد اللہ اور اجماع حقیقی کے جو بابت استعانت مریض از طبیب اور شاگرد از استاد
اور مظلوم از حاکم ثابت ہی غیر خدا سے بہی مدد مانگنا درست معلوم ہوتا ہی پس معاذ اللہ حصر
ایاک نستعین کا ٹوٹ گیا از انجملہ منحصر ہونا نصرت اور ولایت اور شفاعت کا اللہ تعالی کی
ذات پر جیسا آیات مالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر ولیس لہا من دون اللہ ولی ولا شفیع سے
ظاہر ہوتا ہی اور آیہ کریمہ ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر اور آیہ وایدک بنصرہ وبالمؤ

اور آیہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا اور احادیث متواتر المعنی
شفاعۃ اور آیہ کریمہ متضمن قول ملائکہ ہے کہ بہ نسبت مومنین کے قیامت کو کہینگے نحن
اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ یعنی ہم تمہاری دوست ہیں دنیا اور آخرۃ کے اور آیہ کریمہ
والمومنین والمومنات بعضہم اولیاء بعض سے بقول فرقہ مذبورہ یعنی اگر اصول تغییر کئے جائیں
معاذ اللہ غلط ٹہیرتا ہی از انجملہ مشرکین کا قول اونکے تونکے حق میں اللہ تعالی نقل فرماتا ہی
ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے متواتر المعنی ثابت ہی کہ آنحضرت
دروازہ شفاعت کا کہولونگے اور پہر تمام انبیا اور صدیقین اور شہدا شفاعت کرینگے اگر
تقدیر اونکو یہہ کہنا بیشک صحیح ہوا کہ ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ از انجملہ قول مشرکین کا نسبت
اونکے تونکے نقل فرمایا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی نزدیک کردیں ہمکو اللہ سے معنا بعض مومنین
حال میں مدحا فرمایا یتخذ ما ینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول الا انہا قربۃ لہم
یعنی دعا لینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجب نزدیکی اللہ کی ہی بر بنا تقدیر نسبت آنحضرت صلعم کے
یہہ بولنا صحیح ہوگیا یقربونا الی اللہ زلفی از انجملہ فرمایا لا تدعو مع اللہ احدا ہمارے
اگلے مفسرین جیسا جلالین سے ظاہر ہی لکہتے آئے ہیں کہ اوسکے معنی یہہ ہیں کہ عبادت نکرو
اللہ کی ساتھ کسی غیر کی اکثر کو اور اسی طرح جہاں کہیں مشرکین کے حال میں فرمایا تدعون
من دون اللہ اوسکے معنی تعبدون من دون اللہ لکہتے ہیں اور اونکے اس لکہنے کی کئی وجہیں
معلوم ہوتی ہیں ایک یہہ کہ پہلے طبقہ کے مسلمانوں سے ابتک وہی معنی سنتے چلے آتے ہونگے
دوسرے یہہ کہ حروف ندا اونکے قائم مقام صیغہ ادعوا کی ہوتی ہیں بس یا زید اور ادعو زیدا کی گویا
ایک ہی معنی ٹہیرے اور ندا اکثر اونکا دوسرے کو بالاجماع ہمیشہ سے رائج رہا کیا ہی اور یہہ موضوع ہی
دعا کا واسطہ اللہ تعالی کے حصر ہی بس ہوا ہے کہ لا تدعو کے معنی ایسے لئے جنکا حصر اللہ تعالی کی نسبت

بموجب عرف اسلام کے صحیح ہو اور محاورہ عربی میں عبادت کو بھی دعا کہتے ہیں چنانچہ
تفسیر تشہد کی روایت میں آیا ہے یدعو بہا ربہ یعنی انگلی جو اٹھاتے تھے سو عبادۃً
اٹھاتے تھے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ الدعاء ہو العبادۃ تفسیر ہے پکارنے اور
ندا کرنے کے معنوں میں تشبہ سے نکلنا لفظ کا دخل ہے اور شرک فی الدعا موقوف زبان سے کہنے
نہیں ہے بلکہ صرف دل میں کہنے یا جی سے بھی شرک ثابت ہوتا ہے لیکن ہاں چاہئے کہ ایسے معنی کہے جائیں کہ کوئی
فرد اسکا صورت مجازی جو ہے یہ ہے کہ علمائے مسجد میں نماز کے اندر یا ابا الغنی کہنے کا حکم آیا ہے
اور صلوٰۃ الحاجت میں یا محمد کہنے کی اجازت ہے اور بعض اجلہ صحابہ کا بر روز مشہور سو یا دیکھی
یا محمد پکار کر کہنا روایت باسند ہی میں آیا ہے مگر فرقہ متوہبہ اپنی پکار کے سامنے ان باتوں سے
ایک بھی نہیں سنتا لہذا الزام کیا جاتا ہے کہ آیات موصوفہ میں تخصیص ایسے شخصوں کی ہے
جو نظیر آیتہ مذکور بھی ہیں یعنی صرف ایسے ہی پکارنے کو منع نہیں فرمایا بلکہ تمام ما سوا اللہ اور سمیع
داخل ہیں بر تقدیر جا ہے کہ سارا باب الکناوی خصوصاً جبکہ تا بر تبہ کو پکارے گا اور سمجھیں
تعظیم بھی ضرور ہوتی ہے علی الخصوص اللہ ہوں کا پکارنا کہ جسکو پکارتے ہیں اسکو وہ فقط
نہیں آتا ہے بلکہ بعض جگہہ کوئی ہوتا بھی نہیں جو جواب دے بالکل شرک فی العبادۃ ٹھہرے
علاوہ برین قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو تعظیم کے ساتھ فرمایا ہے
اور ندا میں سوال توجہ کا ہوتا ہے اور جو سوال بتعظیم ہو وہ دعا کہنے میں اور
دعا کو فرمایا الدعاء مخ العبادۃ پس بقول ہو ہمیں رسول اللہ صلعم کو تعظیم سے
جیسا کہ حکم ہے اور شاگردوں کا استاد سے اور رعیت کا بادشاہ سے سوال کرنا کہ یہ بھی
دعا میں داخل ہے خلاف لا تدعوا مع اللہ احدا اور موافق یدعون من دون
اللہ کے ہوتا ہے اور اکثر بزرگوں کی عبادہ کی اجازت اجازت شرک کی ٹھہرا

العیاذ باللہ اور اجملہ مشرکین جاہلین فرمایا وجعلوا للہ مما ذرء من الحرث و
الانعام نصیبا فقالوا ہذا للہ بزعمہم وہذا لشرکائنا اور اوسکی فرد جامع بہی ہی
ما اہل بہ لغیر اللہ وما ذبح علی النصب ہمارے اگلے مفسرین سب لکھتے ہیں اور
کلمات شرع سے بہی ظاہر ہی کہ یہاں جو لام جر کا لشرکائنا اور لغیر اللہ میں ہی
اوس سے تخصیص تعبدی مراد ہی مگر فرقہ مذکورہ اوسکو نہیں مانتا بلکہ کہتا ہی کہ جب سبیل
امام حسین کی یا کوئی چیز نیاز رسول اللہ کی کہی گئی سو صرف یہہ نسبت درحقیقت ویسی ہی
ہی جو لشرکائنا اور لغیر اللہ میں ہی اسی لیے الزاما کہا جاتا ہی کہ قرآن شریف میں
فرمایا ہی الانفال للہ والرسول یعنی وہی لام تخصیص کا جو اللہ کے ساتہہ لگا ہوا ہی وہی
رسول کے ساتہہ بہی لگا ہی اور بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ ہدیہ اور صدقہ میں فرق یہی ہی
کہ ہدیہ میں خصوصیت تعظیمی اوس شخص کی جسکے لیے پیش کیا جائے ملحوظ ہوتی ہی اور صدقہ
میں یہ کیفیت خصوصیت نہیں ملحوظ ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لوگ صدقہ
بہی لاتے تھے اور ہدیہ بہی سو اوس وقت یہہ کہنا کہ ہذا للہ وہذا لرسول اللہ بیشک صحیح ہوگا
اور جامع ترمذی میں وارد ہی کہ حضرت زاہر ابن حزام اپنے گانو سے آنحضرت صلعم کے لیے
ہدایا بہیجتے تھے اور اوس روایت میں یہی لفظ وارد ہی کان یہدی للنبی صلعم یعنی وہی لام
تخصیص کا جو لغیر اللہ میں ہی یہاں للنبی میں ہی اور بخاری اور مسلم اور ابوداود اور ترمذی
اور مسند احمد سے ثابت ہی کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کے لیے کہ مر گئی تہیں حضرت سرور کائنات
علیہ الصلوۃ والسلام نے کنواں کہود دینے کی اجازت دی اور اوس روایت میں جملہ وارد ہی
فحفر بیرا فقال ہذا لام سعد یعنی سعد بن عبادہ نے کنواں کہدوایا اور پکار کر کہا
ہذا لام سعد کہ یہہ کنواں ام سعد کا ہی یعنی اہل لغیر اللہ واقع ہوا اسکو اسیطرح سبیل

امام حسین کی رکھنا اور کہنا کہ یہ امام حسین کی ہی جاءز ہی اور بروایت ابوداود
اور ترمذی لاو نساءی اور موطا کما فی التیسیر حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول الله
صلی الله علیه وسلم نے ایک شخص کو واسطے تصدق کرنے ایک باغچہ کے اوسکی ماں کیلیے کہ مر گئی تھی
اجازت دی سو اسیطرح نیاز رسول الله صلعم اور علی مرتضی علیه السلام اور حضرت سید عبدالقادر رض
اور امام حسین علیه السلام کی اور توشہ شیخ عبدالحق ردولوی اور گوندا سید جلال بخاری کا کرکے
تصدق کرنا خواہ ضیافت عام مومنین یا خاص صالحین کی کرنا درست ہی اور صحیح مسلم کی حدیث سے
ظاہر ہی کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے دو بھیڑی ابلق قربانی کین ایک اپنی طرف سے اور ایک
اپنی امت کی طرف سے اور بروایت ابوداود اور ترمذی ثابت ہی کہ علی مرتضی علیه السلام
قربانی رسول الله صلعم کی طرف سے بعد آنحضرت کے انتقال کے کرتے تھے کما فی المشکوة والتیسیر اسیطرح
گیارہویں سید احمد کبیر کی اور بکرا حضرت پیر دستگیر کا کرنا درست ہی مگر از روی فقہ ثابت ہی کہ
درصورتیکہ سوا مکہ معظمہ اور ایام قربانی کے ہو تو بلا نیت اوسکے تصدق کرنیکے ثواب خون بہانیکا
نہو گا اگرچہ محض للّٰہ ہو اور مکہ معظمہ میں جب کبھی ہو اور ایام قربانی میں جہاں کہیں ہو
بغیر نیت تصدق گوشت کے بھی قربانی کا ثواب ہو گا بشرطیکہ خونریزی اوسکی محض للّٰہ ہو اور جسکو
قربانی کی نیاز مقرر ہوئی تو صرف گوشت سے کیونکر ادا ہوگی اور جب کہ جانور نذر کا معین
ہو گیا تو تبدیل اوسکی نہ جائز ہوگی اور شرح الصدور میں اوسط طبرانی کی حدیث ہی مروی از
انس ابن مالک کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جس میت کی طرف سے اوسکے لوگ صدقہ دیتے ہیں
فرشتے اوسکو پہونچاتے ہیں وہ خوش ہوتا ہی اور اوسکے ہمسایہ مردون کو جنہیں کچھ
ہدیہ نہیں پہنچتا ہی غمگین ہوتے ہیں بالجملہ ان حدیثوں سے ظاہر ہی کہ عبادات مالیہ میں
نیابت اموات کی جائز ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی خلافاً للمعتزلہ اور اوسی کے

حدیث ابو ہریرہ سے ہی کہ میت کی طرف سے جو کوئی حج کرے میت کو ثواب پہنچتا ہی اور صحیحین میں
حضرت عائشہ سے روایت ہی کما فی المشارق کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ
جو شخص مر جاوے اور اوسکے ذمہ روزے ہوں رمضان کے تو وارث اسکا چاہیے تو اوسکی طرف سے روزے
رکھے اور مشکوٰۃ میں ہی کہ ایک شخص نے پوچھے پیر اوسکو آنحضرت نے روزوں کی قضا کی اور دیگر
متوفی متوسل کی طرف سے بطور آداء قرض کے اجازت دی ان حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ مردوں کی طرف سے
عبادات بدنیہ میں بھی نیابت جائز ہی چنانچہ بعض ائمہ اجتہاد کا بھی مذہب ہی مگر بعدہ اور بقیاس
نہیں کیا جاتا بخلاف اکثر مجتہدین بلکہ دوسرے مردوں کی طرف سے بھی کسی دلیل شرعی کی رو سے
نیابت نہیں تجویز کرتے اور شرح المقصد میں دارقطنی اور طبرانی کی حدیث ہی کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ اپنے ماں باپ سے بعد انکے مرنے کے کیونکر احسان کروں آپ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے
ساتھ انکے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ اونکے لیے روزہ رکھو سو اسطرح روزہ و نماز مشکل
علی کا اور روزہ پڑھے میں کا درست ہی اور دارقطنی کی روایت حضرت مرتضیٰ علی سے ہی کہ فرمایا
رسول اللہ صلعم نے کہ جو گذرا قبرستان میں اور پڑھی اوسنے قل ہو اللہ دس مرتبہ اور بخشا اوسکا
ثواب مردوں کو تو اوسکو موافق عدد مردوں کے پڑھنے کا ثواب ملیگا بالجملہ اصل مذہب ہو اور اوسکے
مشائخ اور شواہد اور اصول شرعی کی رو سے جمہور مجتہدین یعنی حضرت ابو حنیفہ اور امام
مالک اور امام احمد کا بھی مذہب ہی کما فی الاتفاق کہ اپنے اعمال بدنی کا ثواب دوسرے کو ہر ایک
آدمی بخش سکتا ہی بلکہ آخر کار علمائے شافعیہ کا بھی اتفاق ہو کر یہ بھی گویا مجمع علیہ اہل سنت
و جماعت کا ہو گیا جب عبادات مالیہ میں نیابت مجمع علیہ اہل سنت کی تھی اور جو کوئی عبادات
بدنیہ کا ثواب بخشنے کو اوسکی نیابت کے مسئلہ میں داخل کرکے کہے کہ خلاف اکثر مجتہدین کے ہی
جیسا اوپر مذکور ہوا سو جاہل ہی یا مغالطہ باز اور یہاں کوئی مرد مردہ کا کرنا بطور صدقہ

یا ضیافت کے لئے امید دینا جیسا سعد ابن عبادہ نے کنوئیں کی نسبت کہا اور علی مرتضی قربانی کی نسبت
کرتے تھے بلاشک اسی طرح سے جائز ہے کہ اپنی طرف سے صدقہ دے اور ثواب مردے کو بخشے اسلئے کہ
کہنا غلط ہے اور نذر کا وہ چیز شخص متوفی کی کر دی گئی سوا اگر کہیں سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ وہ
متوفی اپنی چیز کو نہیں چاہتا تھا کہ فلانے لوگوں کو ملے تو بہشت میں اگر جائز ہو تو اوس نذر کو
وہ چیز نذر کا سو یہ نذر تھا اس قسم کا ہوگا جیسا زندگی میں وہ شخص متوفی اپنی چیز جسکو چاہتا دیتا
اور جسکو چاہتا نہ دیتا مگر بعض جاہل الناس اسکو تحریم شرعی سمجھتے ہیں سو انکو سمجھا دینا چاہئے کہ اگر
یہ سمجھا کرو کہ نذر غیر اللہ کی جائز نہیں ہے کیونکہ نذر کی حقیقت یہ تقرر ہی ہے کہ عبادت کا
اقرار کیا جاتا ہے کسی سے اس طرح پر کہ میں تیری عبادت کرونگا اور عبادت غیر خدا کی جائز نہیں
پس نذر بھی نہیں جائز ہے اور جو رسول اللہ صلعم کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ آپ کی دعا یا آپ کی
برکت ہمت سے میرا یہ کام ہو جاویگا تو میں آپکی طرف سے قربانی للہ یا ضیافت مسلمانوں کی کرونگا
سو ایسے اقرار کے احکام وہی ہیں جو آپس میں آدمیوں کے عہد و اقرار کے احکام ہیں نہ کہ نذر اللہ کے
اور جو اس طرح کہے کہ یا اللہ اگر یہ کام ہو جاویگا تو قربانی یا ضیافت مومنین کی تیرے رسول کی
طرف سے کرونگا یا اوسکا ثواب انکی نذر کرونگا تو یہ نذر اللہ ٹھہری جسکے احکام فقہ میں لکھے ہیں
کہ نذر کرنیوالے کو اس میں خود لینا جائز نہیں ہے اور جسقدر لیگا اوسکے دام ادا کرنا پڑینگے الا
ہونگے اور اغنیا کو بھی لینا درست نہیں اور نذر کا لفظ اس جگہ محاورہ ہندستان میں تحفہ بزرگونکی
خدمت میں ہدیہ گذراننے کو نذر بولتے ہیں محاورہ عرب میں نہیں ہے کہ ناجائز ہو اور ثواب اعمال کا
جو مردوں کو پہنچایا جاتا ہے سو اس طرح پر ہوتا ہے کہ یا اللہ یہ عمل محض فضل کر اور اسکا ثواب فلانے
شخص کو پہنچے یا یہ خیر میں فلانی کی طرف سے تیرے نام پر دیتا ہوں اسکا ثواب انکو عطا کر
اور اس طرح کہہ بخشنے کو ظاہر دیتا کہ یہ مسئلہ بر قیاس اسکے جو کہ فرشتے ہو یہ کا

نہیں ہوتی تعیین ہی اور اگر ثابت بھی ہو تو وہ واسطے قصہ میں نہیں اور نہ ہوتی ملوکا
ہو سکتا ہی سو مفقود جاتا ہی یا دربردہ مذہب اہل سنت کے بجز ان کا رواج جانا ہی اور بہ آنحضرت صلعم
ایک شخص کو بطور نذر کی خصوصیت مقام کے بعد رہا اس بات کے کہ وہاں معبد یا عیدگاہ مشرکین کی
نہیں ہی جانور نذر ذبح کی اجازت دی کما فی المشکوۃ و المشارق و التیسیر اس سے ثابت ہوا کہ اگر بعض مکان
در واسطے ذبح کرے جانور نذر کے بشرطیکہ معبد اور عیدگاہ مشرکین کی نہ ہو جائز ہی اور جو کوئی
اوسکو ماذبح علی النصب میں داخل کرے وہ غلط کہتا ہی اور ابو داؤد میں روایت ہی
کہ ایک عورت نے حضرت کے حضور میں عرض کیا کہ میں نے نذر کی ہی کہ آپ کے حضور میں دف بجاؤں تو
آپ نے اوسکو وفا نذر کے اجازت دی کما فی المدارج و المشکاۃ اور دارقطنی میں بھی اسکے موافق
حدیث وارد ہی کہ کسی لڑائی کے فتح ہونے کی خوشی پر کسی نے آنحضرت کے حضور میں گیت گانے کی نذر
کی تھی اوسکو آپ نے اوس منت کے ادا کرنے کی اجازت دی اور بعض تقریب شرعی میں جیسا نکاح
وغیرہ کے گانے کی اجازت بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے ظاہر ہی اور اوسکا جواز فقہ میں بھی لکھا ہی
اور جو روایتیں گانے کی ممانعت کی ہیں اونکو ماہران علم حدیث بہ نسبت اون روایتوں کے
جنسے گانے کی اجازت ظاہر ہوتی ہی قوت میں کم جانتے ہیں اور بہ ساتھ اسکے وہ علت منع کی لعب و لھو
لکھی ہی جیسا عیاش لوگ سننے میں سو وہ بیشک ممنوع ہی **ف** اگرچہ ترجمہ ما اھل بہ لغیر اللہ
میں بجائے لغیر اللہ کے باسم غیر اللہ کی لفظ کی شمول سے البتہ شبہ ہوتا ہی کہ اس آیت میں قربانی
لغیر اللہ کا حکم مذکور ہی مگر چونکہ باجماع حنفی ثابت ہی کہ قربانی للہ اور لغیر اللہ کی جو احکام
ہیں سو اسپر موقوف نہیں کہ منہ سے کہے کہ میں یہ جانور للہ یا لغیر اللہ ذبح کرتا ہوں یعنی
یا اہلال کسیکے نزدیک شرط نہیں اور نیت ہی تو ممانعت وارد ہی سو بقید اہلال یعنی منہ سے کہنے کی
وارد ہی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جیا اوسی امر کا بیان ہی جسکا اثر موقوف ہی منہ سے کہنے پر

سو وہ تسمیہ بنام غیر خدا ہی نہ کہ جو نذر ہی جانور کی یعنی قربانی نہیں مراد ہی اور نحو نذری
جانور کا مسئلہ ما نحن فیہ متعلق نیت نماز کے ہی کہ منہ سے کہنا شرط نہیں ہی اور تسمیہ کا مسئلہ مانند
تکبیر تحریمہ کے ہی کہ منہ سے کہنا اوسمین شرط ہی اور بہر حال قربانی ہو یا تسمیہ اثر اوسکا نہ مرتب ہوگا
مگر خاتمہ کار کے وقت یعنی جس وقت جانور کا گلا کٹتا ہی نہ کہ پیشتر سے سو در صورت تسمیہ کے حکم ظاہر ہی
اور در صورت قربانی اس دلیل سے یہہ حکم صحیح ہی مثلاً اگر کوئی پہلے کہے کہ یہہ قربانی لغیر اللہ ہی اور
بوقت ذبح کے کہے کہ محض للہ ہی تو بالاتفاق ثواب پاویگا اور اگر پہلے سے للہ کہتا رہا ہو اور بوقت
ذبح کے لغیر اللہ کہے تو بالاتفاق گنہگار ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ قید عند الذبح کی اور اس آیت کی تفسیر میں
منحصر و منقول نہیں ہی بلکہ مفسرین نے تفسیر واسطے اکثر معنی قرآن شریف کے لکھے جاتی ہی اور ما اہل
لغیر اللہ میں غیر جانور کو داخل سمجھنا محض بے علم کا کام ہی اگر تعمیم موصول سے تخصیص جانور کی بقول
ما اہل مذکور نہیں یہہ بھی جانی ہی تو لغیر اللہ کے لام اور الانفال للہ والرسول کے لام سے اور
لام سجد کے لام سے کچھہ فرق نہیں بوجھا جاتا ہی **ف** یہہ تو معلوم ہو لیا کہ جب کوئی مسلمان
غیر خدا کی عبادت کی نیت کریگا تو مرتد ٹھہریگا اور اوسکا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا خواہ وہ جانور
قربانی لغیر اللہ کے واسطے رکہا ہو اور اسی جہت سے وہ مرتد ہو گیا ہو خواہ اور کوئی جانور ہو اور اگر
اوسنے وہ جانور بہ نیت عبادت غیر خدا کے ذبح کرنیکے لیے رکہا ہی سو اوس جانور کو اگر کوئی مسلمان
ذبح کریگا تو وہ جانور پاک ہوگا جیسا کہ مولوی اسمعیل صاحب نے استفتای ذبائح کے رسالہ میں لکھا ہی کہ اس سے
معلوم ہوا کہ گندگی اوس نیت کے جانور میں نہیں سرایت کرتی اور جو جانور لغیر اللہ ذبح کیا جاتا
مگر عبادۃً نہو تو شرط التسمیہ دو حال سے خالی نہیں یا غیر کی انتفاع کے لیے ہو تو بالاجماع جانور حلال ہی
اور اوس نیت پر کچھہ الزام نہیں اور اگر محض تعظیماً یا عمداً ہو تو نیت کرنیوالا
بالاتفاق گنہگار رہیگا مگر کافر نہوگا جیسا سجدہ لغیر اللہ کرنیوالا بغیر نیت عبادت کے

کا در ہین بہتر ہا مگر جو دو رہین اختلاف ہی بعض مسائل فرعیہ میں فقہا مردار لکھنے میں اور بعض مسئلے
اصول سے پاک تہیں یا ہی الغرض جو ہادیہ کی زبانوں سے جاری رہتا ہی کہ مردو
نفع پہنچانا ارواح مردوں کو بخشش استغفار کے اور جو کچہ کہ تاریخ ہوا ہی عہد صحابہ میں سے تہا
اور وہ احادیث موضوعہ سے محض غلط ہو گیا اسطرح اور بہت سی باتیں ہیں کہ اصول شرع سے
ثابت نہیں اور وہ یہہ اسکو بذریعہ عبادت قرار دیتا ہی شرک کہتے ہیں ازانجملہ یہ بعض اوپر قبور کے جالی بنانے
سے لوگ قطعا قبر پرستی کہتے ہیں حالانکہ مشکوۃ میں مسند امام احمد سے منقول ہی کہ دیکھا مردو
عمرو بن حزم رضی نے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو ایک قبر پر تکیہ لگائے بیٹھے دیکھا منع فرمایا کہ مت ایذا دو
صاحب قبر کو اور صحیح مسلم میں حدیث ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلعم کہ نہ بیٹھا کرو قبر پر اور نہ اوس پر نماز
پڑہا کرو اور اوس پر گچ نہ لگایا کرو کما فی المشکوۃ والمشارق اور صحیح مسلم کی حدیث ہی کما فی المشکوۃ
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے اگر کوئی آگ پر بیٹھتا کہ کپڑا اوسکا جل کر بدن تک پہونچے بہتر ہی قبر پر بیٹھنے سے
اور امام مالک اور ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث ہی کہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے توڑنا مردے کی ہڈی کا ایسا ہی جیسا زندے کی ہڈی توڑنا اور مسند احمد اور مستدرک
حاکم میں اور بقول صاحب تیسیر الوصول ابوداؤد میں حضرت عائشہ سے منقول ہی کہ جبتک عمر بن خطاب
اس مکان میں نہیں دفن ہوئے تھے میں اپنے اوپر کپڑے اوتار کر رکہ دیتی تہی کہ یہاں میرے خاوند
اور باپ سوا کوئی نہیں اور جب عمر دفن ہوئے تو اونکی شرم سے میں اوپر سے لپیٹے رہتی تہی
ان حدیثوں سے صاف مستنبط ہوتا ہی وہ امر جو ہمارے بعض اساتذہ نے بتصریح لکھا ہی کہ معلوم ہوتا ہی کہ
اسی طرح سلام وغیرہ اوسی پاس ادب و لحاظ کے پیش آنا چاہیے جیسا اوسکی حیات میں پیش آتا ہوتا اور تیسیر الاصول میں
بروایت ابوداؤد قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے مروی ہی کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں گیا
اور درخواست زیارت مرقد انور نبوی کی میں نے کیا کہ پردہ کہولدو اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ پردہ

بنسبت قبر پر جا حاضری اور قبر پر بیٹھنا کیا اگر رکھے تو اگرچہ عبد اللہ بن عمر مکروہ جانتے تھے مگر حضرت
اور حضرت ابن عباس سے خیمہ کا قبر پر نصب ہونا ثابت ہی کما فی العینی شرح البخاری اور بوسہ دینا
قبر پر کسی حدیث ضعیف سے بھی منع نہیں معلوم ہوتا اور علی ہذا القیاس چراغ کی ممانعت کی حدیث بھی کسی
نہیں آئی بالجملہ قبر کے سجدہ کی ممانعت شدیدہ معلوم ہوتی ہی اور اور امور دستکے ممانعت علی
اور چراغ جلانے اور گچ کرنے کی بھی ممانعت تھی گو کہ نہی تحریمی نہ ہو سو یہ اوس صورت میں کہ صرف
قبر کی زینت کے لیے ہو ورنہ اگر اور وجوہ سے ہو تو جائز ہی مثلاً عمارت بنانا لوگوں کے آرام کے لیے
یا اور کسی مصلحت سے جیسا صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کی قبروں پر سیکڑوں برس سے قبے بنے ہوئے
ہیں اور چراغ قرآن شریف پڑہنے کے واسطے جلانا اور گچ واسطے اندہ کی زینت کے لیے کرنا اور
مردے کے وہاں گاڑے جانے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ابو داؤد کی حدیث نقل کی ہی کہ عثمان
بن مظعون کے دفن کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھ میں پتھر لیکر ایک بڑا پتھر اٹھا کر وہاں
رکھدیا اور فرمایا کہ نشانی کے لیے رکھتا ہوں کہ یہاں اپنے لوگوں کو دفن کیا کرونگا سو جن لوگوں
کی قبروں کی زیارت اور اوسکے پاس ادب سے بیٹھنا مفید ترقی ایمان کی ہی اور اونکا نام بلند کرنا موجب
رونق اسلام کا ہو تو اوس نیت سے بھی اونکا نشان باقی رکھنا جائز ہوگا چنانچہ بعض علماے
حنفی نے لکھا ہی اور قبر پر نقد و جنس چڑھانا اگر اس نیت سے ہو کہ اس سے مخصوص لوگ جو حاضر
اس بات کی کہ یہ چیز اس قبر کی زیارت کرنے والوں کے فائدہ کے لیے ہی یا وارثان صاحب قبر کے
لیے ہی تو کچھ گناہ نہیں چنانچہ کتب فقہ میں اسکے مسئلے لکھے ہوئے ہیں اور اگر کسیکے انتفاع کی
نیت نہو تو صرف مال ضائع کرنیکا گناہ ہوگا اگر عبادۃ نہو ورنہ شرک جلی ہی ازانجملہ تعظیم برکات کی
کہ اوسکو بھی وہابیہ شرک اور بت پرستی سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف سے ظاہر ہی کہ وہ صندوق
جسمیں تبرکات حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رکھے رہتے تھے باعث تبرک اور

جواز التعظیم

کہ درختے ایسے آشنا ہوا کرتے تھے اور اوسکی برکت سے ہی ہیرا اصل دشمنا ہون پر منصور و
مظفر ہوا کرتے تھے پھر حضرت خاتم النبیین کے تبرکات بطریق اولی اجب التعظیم ٹھہرے اور اونکے
موی مبارک کی برکت سے بروایت بیہقی خالد بن الولید بڑی بڑی لڑائیوں میں فتحیاب ہوا اور اونکو
اور بہت سی روایتوں سے ظاہر ہی کہ آنحضرت صلعم کے لباس شریف اور موے مبارک کو صحابہ لوگ دھو کر
بیمار دنکو اچھے ہونیکے لیے پلاتی تھے اور وے اچھے ہو جایا کرتے تھے اور عرق مبارک آپکا بجاے خوشبو
کا نو بکر رہنے سے کفن بنانے لیے بعض صحابہ نے رکھ چھوڑا تھا اور آب دہن آپکا بعض اوقات پسین پرنہین گرنے پاتا تھا
صحابہ اوسے ہاتھون ہاتھ لیتے اور رفع امراض کے لیے اپنے بدن پر مل لیتے تھے اور آپکے لعاب دہن جو
لیے بھی ایسا ہی ہوتا تھا اور بروایت جامع ترمذی کدو کو آنحضرت صلعم دوست رکھتے تھے
اور بعضی روایتوں سے ظاہر ہی کہ اوسکی نسبت آپنے فرمایا کہ اخی یونس کا یہ درخت ہی یعنی
جس درخت بیلدار کا حضرت یونس کے لیے اوگانے کا قرآن شریف میں ذکر ہی وہ یہی کدو کا درخت ہی
لحاظ کیجے کہ ظاہرا صرف اسی جہت سے کدو کو آپ دوست رکھتے تھے پس جنکے حق میں اللہ تعالی نے
فرمایا ہی کہ میں اوسکی بینائی اور شنوائی اور ہاتھ پاؤن ہو جاتا ہون اونکے لباس وغیرہ کے
ساتھ تعظیم پیش آنا عین سنت نبوی اور از قبیل تعظیم شعائر اللہ ہی اور حضرات اہل اللہ کو جو
ترقیات نور ایمان کی ایسے آداب کی جہت سے ہوتی ہی ہیں اوسکا بیان کیا کیا جاے من لم
یذق لم یدر ۔ از انجملہ مجلس کرنا واسطے سنانے حالات صالحین اور انبیا اور مرسلین کے کر اوسکو
بدعت ضلالت کہنے میں حالانکہ انبیاے سابقین کے حالات بیان کرنا مجلس عام میں خود قرآن شریف
سے ظاہر ہی اور احادیث صحیحہ مشہور سے ہی اور حالات آنحضرت صلعم کے اور مناقب اب کے
اہلبیت اور صحابہ کے مجلس عام میں بیان کرنا صحابہ سے متواتر ہی اور رفعنا لک ذکرک
ارشاد الہی خود باعث ایکا اونکو ہوا اور صحیح حدیثوں سے ظاہر ہی کہ حسان بن ثابت

لیے شرف کا فردوس کا جواب پر رہتے ہیں وہ سطے کہ انہوں نے تعظیم میں قیام کیا تہا آنحضرت صلعم نے اوسکو
رکہوایا اور انہوں نے اوسپر کہڑے ہوکر وہ شعر پڑہا اب مولد شریف کی مجلس کرنا اور کہڑے ہو
ونا بیچ نزدیک منجملہ کبیرہ گناہوں کے ٹہیر گیا ہی حالانکہ اب اس مین یہا فرض کفایہ معلوم
ہوتا ہی ان مجالس میں بیٹہے رہنے کی وجہ جواز کی پوچہنا چاہیے نہ کہ کہڑے ہونیکی کیونکہ
اصل مقتضای تعظیم تو یہی ہی مگر بیٹہنا صرف واسطے رفع تکلیف کے ہی اور بولانا لوگونکا
اکثر ضیافۃ ہوتا ہی اور ضیافت عام بہی مسنون ہی اور دوستوں سے ملکر عقیقہ ضیافہ نہیں بلکہ
اور سوا ے نماز اور احکام دین کے سنانے کے اذکار بات کے لیے بہی جو دین سے علاقہ رکہتی ہو
آنحضرت صلعم کا بولانا لوگون کو بلا ضیافت بہی ثابت ہی جیسا کہ تمیم داری کی سفر کی حکایت اور
اونکے دجال کی ملاقات صحیح مسلم کی حدیث سے ظاہر ہی اور حصن حصین میں مجمع مومنین کو محل
قبولیت دعا کا لکہا ہی رہا تعین تاریخ سو بطریق شرط اور ارکان کے نہیں ہوتا ہی چنانچہ
باختلاف تواریخ یہہ مجلسیں ہوا کرتی ہیں اور اتنے علاوہ رکہتے ہیں آنحضرت صلعم کی ولادت کا
یا یہہ تاریخ اونکی ولادت کی ہی اور بہی اس نظر کیے تعین تاریخ انکا میں پر اہل کاروبار دنیا
اچہی طرح متوجہ نہیں ہوسکتے کچہ قباحت شرعی اسمین نہیں ہی جیسا جمعہ کے دن وعظ کرنا
یا فارسی اور ہندی ترجمہ مصحف میں لکہنا کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں ان باتونکا کچہہ نام
نشان بہی نہ تہا ہان اہل اللہ کی وفات کی تاریخ گویا بالتخصیص ثواب اعمال حسنہ کا مثل صدقات
عام اور تلاوت قرآن یا یاد کرنا مسدود اور معاد کا ثواب ارواح مقدسہ کو ہدیہ کرنا اور انکا
نام کو شہرت دینا اور بلند کرنا کہ ہر خاص و عام اونکے نام اور یاد اونکی بزرگی سے اگاہ ہوکے یعنی
رسم کی ہی سو یہاں بہی تعین تاریخ بطور شرط اور وجوب کے نہیں ہی بلکہ اصل مقصود اونکی
خدمت میں ہدیہ بہیجنا اور اونکا نام بلند کرنا ہی کہ عین بلند کرنا رسول اللہ صلعم کے نام کا ہی مگر

بلا تعیین تاریخ اور اسکی طرف کوئی توجہ نہین ہوتا اسلیے کہ تاریخ معین ہوگئی ہی نہ کہ وہ
تاریخ اگر نہو تو ثواب نہو یا وہ تاریخ چھوٹ جاے تو گناہ ہو ہان جو کوئی ایسا سمجھے وہ بیشک
بدعتی ٹھیریگا علاوہ برین اہل کشف نے روز وفات مقربین کو روز بلندی اونکے مراتب کا
دیکھا ہی اور بابت روزہ روز دوشنبہ اور روز عاشورہ کے آنحضرت صلعم نے تعلیل کی ہی کہ
مین اسدن پیدا ہوا اور اسدن موسی دریا سے پار ہوا اور فرعون ڈوب گیا پس جب حضرت
شارع علیہ السلام نے علت روز یا تاریخ مقرر کرنیکی واسطے ایک سنت کام کی بیان کی تو ویسے ہی علت سے
اور امر استحبابی کیلیے بھی تعیین کرنا موجب بدعت نہین ہوسکتا ہی اور شرح الصدور مین ابن
جریر کی روایت اور ابن منذر اور ابن مردویہ کی روایت در منثور مین ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہ
آنحضرت صلعم اور خلفای ثلثہ بھی ہر سال شہیدون کی مزار پر اکثر جایا کرتے تھے اور سلام علیکم
کرتے تھے اور کوئی راوی ان روایتون کا جھوٹا مشہور نہین ہی اور صحاح ستہ مین نہونا
حدیث کا موجب اسکی بے اعتباری کا نہین ہوسکتا اور بخاری شریف سے ظاہر ہی کہ اکثر لوگ
ہدیہ بھیجنے والے آنحضرت کے التزام رکھتے تھے اس بات کا کہ جسدن باری حضرت عایشہ کی ہو
اسیدن ہدیہ بھیجے پس دیگر ازواج طاہرات نے آنحضرت سے شکایت کی آنحضرت نے کچھ پذیرا نکیا بلکہ یہ
فرمایا کہ وحی الہی میرے پاس کسیکے ساتھ منجملہ ازواج کے ایک لحاف مین لیٹے ہوے نہین آئی سوا
عایشہ کے اس مطلب یہ کہ جب یہ آسمانی من عایشہ کی خصوصیت ہی تو مومنین نے اگر خصوصیت اوسکی
ہدیہ بھیجنی مین لگائی تو کیا مضایقہ بالجملہ ہر شیخ کبار کا بوجود مذکورہ روز وفات اولیا کو التزام
اونکے نام بلند کرنے اور ثواب اعمال بھیجنے کا جمعہ کی تخصیص سے واسطے وعظ کے اور ہندی ترجمہ قرآن
مین لکھنی اور بہی بہتر ہی قیاسات فقہا سے ازروی لغات کے استحکام مین کم نہین ہی ہان اگر
اسکو کوئی منجملہ شعائر اسلام ٹھیرا دے تو بدعت ضالہ ہوجائیگی اور یہ جو حدیث شریف مین ہی

ایا ہی کہ لاتحفلوا قبری عیدا سو اسکا مطابق ظاہر ہی کہ عیدون مین بعضی باتونکا التزام از روے
دین وہندسے کے ضرور ہوتا ہی چنانچہ ہندستان کی عیدون سے ظاہر ہی ایک تعین تاریخ کا اوس سے
تجاوز کرنا حرام جانتے ہین دوسرے زینت اور آراستگی بلباس وغیرہ تیسرے اظہار سرور وفرحت
اور لہو ولعب سو خاصکر خاصے مزارات کی زیارت کرنے مین اگر ایسے التزامات کوئی کیا کرے جیسا کہ
ہندستان مین بعضی بعضی جگہہ ہوتا ہی تو البتہ خلاف اوس حدیث کے ہوگا ازانجملہ حضرات
اہل اللہ جو کسی مصلحت سے کبھی بعضی ایسے کامونکو جنکے کرنے اور نکرنے کا شرع مین حکم نہین بالالتزام
عمل مین لاتے یا باصرار تمام ترک کرتے ہین اور اب بعضے مریدون کو بہی کہ انہوںنے گویا مزدوروں کی
طرح اقرار تابعداری کا کیا ہوتا ہی مصلحۃ ارشاد فرمایا کرتے ہین اسکو وہابیہ ایجاد شرع
یعنی کفر قرار دیتے ہین حالانکہ احادیث صحیحہ سے ایسا کرنا آنحضرت صلعم اور صحابہ کا ثابت ہی
چنانچہ مشکوۃ شریف مین ہی کہ ایک صحابی ہمیشہ نماز مین سورہ اخلاص پڑہتے تہے آنحضرت نے جو
یہ حال سنا تو اونسے پوچھا انہوںنے اپنی محبت سورہ اخلاص سے اور یہی وجہ اوسکی ہر نماز مین
پڑہنے کی بیان کی سو آنحضرت صلعم نے اسبات پر کہ اپنی طرف سے انہوںنے ٹہرا لی تہی انکو
جنت کی بشارت دی اور صحیحین کی روایت سے ظاہر ہی کہ ہر وقت دریافت اسبات کے کہ علی مرتضی
ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کیا چاہتے ہین حضرت سید کائنات علیہ الصلوۃ والسلام بپاس حضرت سیدہ
النسا کے باوجود فرمانے اسبات کے کہ مین حلال کو حرام نہین کہتا ہون علی مرتضی سے خفہ ہوے اور پہر
حضرت علی نے بہی جناب سیدہ کی زندگی بہر دوسری شادی نہین کی اور حضرت سید کائنات صلعم نے
بہی بپاس خاطر مومنہ اولی یعنی خدیجۃ الکبری کے اونکی حیات تک دوسرا نکاح نہین کیا یہ ان سے
دریافت کرنا چاہیے کہ محبت کا میدان کتنا وسیع ہی اور کسی کچہہ اوسمین گنجائش ہی
اور التزام صحابہ کا درباب ہدیہ بہیجنے کے کہ اوپر گذرا وہ بہی اسی باب سے ہی اور

مشکوٰۃ شریف میں ہی کہ ایک صحابی سونیکی انگوٹھی پہنے تہے کہ آنحضرت صلعم کے حضور میں آئے آپنے معلوم
اوسکے عدم جواز کے اونکی انگلی سے نکالکر پہینک دی پہر جب آپ اوٹھ گئے لوگوں نے اون صحابی سے کہا کہ اپنی انگوٹھی
اوٹہا لو اور کام میں صرف کرو انہوں نے کہا جس چیز کو رسول اللہ صلعم نے میرے ہاتہ سے لیکر پہینک دیا میں
اوسکو پہر ہاتہ نہ لگاؤنگا حالانکہ بظاہر اسمیں مال کا ضایع کرنا تہا اور عوام الناس سے بہی اگر کوئی
بات غلبۂ محبت یا دہشت الٰہی سے ہو جاتی ہی تو اوسکا بہی بہلا ہو جاتا ہی جیسے مشکوٰۃ اور مشارق کی حدیث ہی
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگلے لوگوں میں سے ایک شخص نے بخوف مواخذہ قبر وصیت کی کہ مجہے جلاکر میری خاک
کچہہ ہوا دینا اور کچہہ اوڑا دینا اور ایسا ہی ہوا اور پہر وہ اسی حرکت نامعقول غیر مشروع کے سبب سے
جو محض خوف الٰہی سے ہوئی تہی بخش دیا گیا ہاں اگر بوجہ بند ہونے اور اسکو کوئی منجملہ رسوم اسلام سمجہا
قرار دیوے البتہ بدعتی ہوگا اور اسمقام پر یہ جو کوئی کہے کہ اب بہی یعنی بعد ظہور خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کہ ظاہر ہو چکنے اور اونکے دین کے باقی رہنے کی جس امر کے کرنے نکرنے کا حکم
شرع سے نہیں ثابت ہوتا اسمیں اختلاف مجتہدین اہل سنت کا ہی کسیکے نزدیک حرام اور
کسیکے نزدیک مباح اور کسیکے نزدیک توقف ہی تو احتیاط یہی ہی کہ توقف کرے سو مخفی نرہی
کہ کسی نے منجملہ علماء مرجحین اسکو احوط نہیں لکہا بلکہ بنابر استحسان عزیمت حضرات اہل اللہ کے احوط کہا
کہ کچہہ حکم نکرنا حضرت شارع کا عین اجازت دینا ہی جیسا اصول فقہ میں لکہا ہی اور مشکوٰۃ شریف
میں سعد کی حدیث ہی کہ بڑا گنہگار مسلمانوں میں وہ شخص ہی کہ جسکے پوچہنے پر کوئی چیز حرام
ہو گئی ہو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مسکوت عنہ ہرگز ممنوع نہیں ہی اور صحیح مسلم میں
حدیث مشہور ہی کہ ایک شخص کے پوچہنے پر کہ آیا ہر سال فرض ہی آنحضرت صلعم ناراض ہو
یعنی اگر آپکے منہ سے نکل جاتا کہ ہر سال فرض ہی تو کیسی مشکل پڑتی اس سے بہی ظاہر ہی کہ
مسکوت عنہ میں مسلمانوں کو وسعت دینا منظور ہی اور ایک حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہی کہ فرمایا

آنحضرت صلعم نے کہ جس چیز کا حکم خدا تعالی نے نہیں فرمایا سو وہ کچھ بھول نہیں گیا اور جس میں
کا ذکر نہیں کیا کرو اس سے تو جو جانا ہے کہ شارع کا سکوت کرنا عین مطلق العنان کرنا ہے اور
موضح القرآن میں کہ مدار رہا ہے کا اکثر اوسی پر ہے بذیل ترجمہ آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا
لا تسئلوا عن اشیاء الخ کے لکھا ہے کہ خود نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں بیچ کام
کرنے یا نکرنے بلکہ جو فرمایا اوسپر عمل کرو اور جو نفرمایا اسکو معاف سمجھو اور حضرت ابن عباس سے
بعض کتب حدیث میں مروی ہے کہ ما سکوت عنہ معاف ہے از انجملہ ترک حظوظ نفسانی کو
اہل کتاب کیسی رہبانیت قرار دیتے ہیں حالانکہ کتاب الرقاق مشکوۃ شریف اور کتب احادیث میں
دربارہ حالات آنحضرت صلعم اور انبیاء سابقین اور صحابہ کبار اور اہلبیت طاہرین کے در بارے زہد اور
ترک سامان دنیوی کیا کچھ لکھا ہوا ہے اور بخاری کی حدیث ہے افضل الاعمال
اور رہبانیت ترک حقوق نفس کا نام ہے نہ کہ ترک حظوظ نفس کا اور یہی طبقہ اولی میں بنا بر
حب مال و جاہ از راہ مصطفوی کے مشاغل جائزہ دنیویہ اور عدم ریاضت بدنی مانع مشغولی
سچی اور عائق تزکیہ نفس نہیں ہو سکتی تھی علاوہ برین اہل کتاب کی رہبانیت نکالنے پر
اللہ تعالی ملامت نہیں فرماتا بلکہ اوسکا نباہ نکرنے پر ملامت فرماتا ہے اور اوس طرح کی رہبانیت
اوائل قرون اسلامیہ میں موجب ترقی دعوت اسلام اور اشاعت دین اور یہی موہم فرضیت
اور وجوب کی تھی بخلاف زمانہ مابعد کے اور آنحضرت صلعم کا ناراض ہونا اس بات سے کہ بعض
اصحاب نے گوشت چھوڑ دیا یا ترک صحبت زوجہ یا ترک خواب شب کا اپنے پر عہد باندھا تھا
سو بنظر ترک حقوق کے تھا نہ بنظر ترک حظوظ اور یہی اوس زمانہ میں اکثر آنحضرت اعراض فرماتے
تھے شاید مثل واجبات کے تشہیر کرانا اور امور ضروریہ کا حرج لازم آتا از انجملہ التزام امور مباحہ کو
منجملہ بدعات ضالہ قرار دیتے ہیں حالانکہ مشارق کی حدیث ہے افضل الاعمال ادومہا

قرآن و فعل اسکے سے پوچہا جاتا ہی کہ سوا فرائض کے یہہ حکم ہی کیونکہ اوسمین قلت اور کثرت نہین ہوسکتی
از انجملہ یہہ کہ حضرت اہل اللہ پر بعض اوقات کوئی کیفیت ایسی شرعی ایسی غالب ہوتی ہی کہ اونکی جہت سے بعضی
بعضی مسئلہ شرعی کا لحاظ نہین رہتا اسکو وہابیہ قطعا ضلالت جانتے ہین حالانکہ قرآن شریف اور احادیث
صحیحہ سے بعضی اگلی پیغمبرون اور خود حضرت سرور کائنات اور اجلہ مہاجرین و انصار کا بہی
ایسا حال ہونا ثابت ہی چنانچہ قرآن شریف مین بعض انبیاء علیہم السلام کی نسبت لکہا ہی
حتی اذا استیئس الرسل یعنی اللہ صاحب کے شان لا ابالی اور بے پروائی کی سطوت
ایسی اونکے دل پر غالب آئی کہ وعدہ الہی سے کچہہ غفلت ہوگئی اور خطرہ ناامیدی کا
دل پر آنے لگا اسی طرح جنگ بدر کے روز رسول اللہ صلعم کلمہ نازش کا زبان پر لائے کہ یا اللہ
کیا تو چاہتا ہی کہ کل تیرا کوئی پوچہنے والا زمین پر نرہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
نسبت اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہی کہ در باب قوم لوط ابراہیم ہمسے جہگڑنے لگا
یعنی لوط کے بیٹہے وہان عذاب کیونکر جا سکتا ہی اور یہہ نہین فرمایا کہ ہمارے سامنے گڑگڑانے لگا
یا دعا کرنے لگا غرضکہ جب فرشتون نے کہا کہ لوط کو وہان سے ہم نکال لینگے اوسکے بعد عذاب اوتکا
تب حضرت ابراہیم نے تسکین پائی اسی طرح ہمارے حضرت سرور کائنات علیہ الصلوة والسلام
جبتک کہ ایک شخص بہی اونکی امت کا دوزخ مین رہیگا اور سب جنت مین داخل نہو لینگے
تب تک خلعت فاخرہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى کا قیامت کو نہ پہنینگے اور
از روے صحیح حدیثون کے ظاہر ہی کہ انحضرت صلعم نے اپنا حال زمانہ تاخیر وحی الہی کا فرمایا کہ
مینے کئی بار چاہا کہ پہاڑ پر چڑہ کر اپنے تئین گرا دون یعنی درد فراق اور شوق وحی الہی سے
اپنے تئین ہلاک کرنا چاہا باوجودیکہ نبی ہو چکے تہے اور حضرت انس بن نضر کا قصہ
بخاری شریف مین ہی کہ بمقابلہ رسول اللہ خلاف کلام اللہ جراحت کی قسم کہائی کہ لونڈی کے

دانت کی عوض حضرہ کا دانت نہ توڑا جاتیگا کہ یہہ لفظ اثر کلمہ ارتداد کا تھا اور سب
انحضرت نے کچھہ تعرض نفرمایا اور جبکہ بعض وجوہ سے دانت کا توڑنا موقوف ہوا تو انحضرت نے
اونکی ولایت کی گواہی دی اور حضرت موسی کا حال ایک حدیث میں آیا ہی کا فی المشکوٰۃ
کہ موت کا فرشتہ جو آیا آپنے ایک طمانچہ مارا کہ آنکھہ اوسکی نکل پڑی اوسنے الله صاحب کے
حضور میں شکایت کی وہاں سے الٹا حضرت موسی کی خاطرداری کا پیغام اسکو لانا پڑا نہ کہ
خفگی کا اور جلال الدین سیوطی نے جو معجزہ پھر آنے آفتاب کا بروایات متعددہ ثابت کیا ہی
اوس ضمن میں یہہ بھی مذکور ہی کہ علی مرتضی نے اس سببسے کہ انحضرت صلعم انکی زانو پر
سر رکھکر سوگئے تھے عصر کی نماز نہ پڑی اور انحضرت نے کچھہ اعتراض نکیا اور نہی کی روایت
صحیح ثابت ہی کہ صلحنامہ حدیبیہ سے علی مرتضی نے باوجود حکم خاص رسول الله صلعم کے رسول الله کا
لفظ نہ مٹایا اور حضرت عثمان نے کہ واسطہ معاملہ حدیبیہ کے جو مکہ میں گئے حج نکیا اور پہر
نکرنا حج کا اتفاقیہ نہیں تھا بلکہ یا تین توجہہ نکیا کہ بغیر رسول الله حج مجھے خوش نہیں آتا
اور رسول الله صلعم نے بھی بیان آپ ہی فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ بغیر میرے عثمان حج کیا
حج کرے حالانکہ بمقتضائے شرع میں کہ عبادت الہی ہی رسول الله کا ساتھہ ہونا کیا ضرور تہا
ہاں یہہ بات البتہ ہی کہ بعد رسول الله صلعم کے قانون سیاست شرعیہ کا بند نہیں رہ سکتا
کیونکہ ملحدین صوفی لباس کو یہاں گنجایش کہل کہیلنے کی بہت ہی جنکو فرمایا حافظ شیرازی نے
ہ کی بیت صوفی دجال شکل ملحد کیش + بگو بسوز کہ مہدی دین پناہ رسید +
اسکے نسبط خاتمہ کتاب روض الریاحین امام یافعی صاحب کا دیکھنا بہت ضروری
الغرض الجملہ وہابیہ ارواح کاملین سے فائدہ حاصل کرنیکو شرک جلی ٹہیراتے ہیں
سو اسکے جواب میں علیحدہ فصل لکھنا مناسب معلوم ہوا

تیسری فصل

اسمیں بہی کئی مقدمے ہیں پہلا مقدمہ اور دی کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ
اور طریقہ خلفای راشدین وغیرہ متقدمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جواز قیاس کا جیسا اصول
فقہ میں لکہا ہی ثابت ہوتا ہی چنانچہ قران شریف میں ہی فاعتبروا یا اولی الابصار
یعنی ایک بات سے دوسری بات کی طرف عبور کیا کرو اور عبرت پکڑا کرو اور انحضرت صلعم سے
معاذ بن جبل کی یہ بات کہ اجتہد برائی یعنی اجتہاد کرونگا اپنی رای سے قبول فرمانا
اور جمع کرنا اب اور کلوخ کا استنجے میں کہ اصحاب قیاس نے اپنی رای سے ٹہیرایا تہا پسند کیا
اور شراب پینی کی حد بقیاس حد قذف حضرت مرتضی علی نے تجویز اور حضرت عمر نے
پسند کی اور عول فرائض کی صورت میں حصہ رسدی کم کرنا حضرت مرتضی علی اور حضرت
عمر نے اپنی رای سے جاری کیا پہر جو کوئی بطور کلیہ کہے کہ جب تک جو بات بعینہا حضرت
رسالت پناہ علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت نہو گی تو بلحاظ اوسکی نظیر یا اوسکی علت کو جو
حدیث شریف سے بوجہی جاتی ہی وہ درست نہیں ہوسکتی محض غلط ہی گو کہ وجوب تقلید میں
صاحب اجتہاد کے اختلاف ہو چنانچہ شیخ اکبر نے کہ انہیں ظاہر ظاہریت معلوم ہوتی
اور ابن حزم ظاہری کو فتوحات میں بڑی تعظیم سے یاد کرتے ہیں اور لکہتے ہیں کہ میں نے
دیکہا کہ اوسنے رسول اللہ صلعم سے معانقہ کیا اور انحضرت میں وہ غائب ہو گیا فقط داود کو
مجتہدوں اور حاملان حدیث کو خلفای رسول اللہ صلعم لکہا ہی اور فقط ایسا ہی میں
مجتہدوں کو وارث انبیا فرمایا ہی اور حدیث شریف من احدث فی امرنا هذا ما
لیس منہ فہو رد میں ما لیس منہ کی قید صریح دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ بعض امر
نو احداث ایسا بہی ہو سکتا ہی کہ وہ داخل دین ٹہیرے اور حدیث من سن سنۃ
حسنۃ کی دلالت کرتی ہی کہ اگرچہ انحضرت صلعم نے بعض بات کے لیے بالتخصیص اور بالتصریح

حکم نہیں دیا مگر ہو سکتا ہی کہ پسند خاطر آنحضرت صلعم کے ہو جیسا حضرت عمر نے تراویح کی
نسبت فرمایا نِعْمَتِ البِدْعَۃُ ہی مگر سراسر احکام قیاس کہ کلام الٰہی یا حدیث نبوی کے مقابلہ میں اپنی
اٹکل کو مقدم کرنا جیسا ابلیس نے درباب سجدہ آدم کے کیا یہہ بالاتفاق ناجائز ہی **دوسرا مقدمہ**
از روی روایات کتب حدیث ثابت ہی کہ بعض اوقات بعض اہل حاجات حضرت رسالت سے خواہش حاجات روائی کی
کرتے اور آنحضرت صلعم مجاز کی راہ سے اونکی حاجت روائی فرماتے اور از روی قرآن شریف کے ظاہر ہی
کہ حضرت سلیمان نے بقول وہابیہ معاذ اللہ برخلاف مضمون اِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ
فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ کی اپنی مصاحبوں سے بلقیس اپنی حاجت روائی بکرامت چاہی اور انہوں نے حاجت روائی کی
اور قیامت کو کہ اللہ تعالی کی توحید سبکو مشہود ہوگی سو مومنین اولین اور آخرین اپنی حاجت کے لیے
پیغمبروں کے پاس دوڑتے پھرینگے اور سوال کرینگے اور فیض صحبت حاصل ہونا بزرگوں سے ایک مسلم
امر ہی کہ کوئی نادان بھی اوس سے انکار نہیں کر سکتا **تیسرا مقدمہ** یہہ ہی کہ یہ قول کہ
بزرگوں کے جسے کرامت کہتے ہیں اور فائدہ دینا فیض صحبت کا بعد چھوڑنے بدن کے نہیں ہو سکتا
باطل ہی اسلیے کہ ہرگاہ عالم حیات میں یہہ دونوں باتیں ثابت ہولیں تو اسکے امتناع کے لیے
بعد چھوڑنے بدن کے ثبوت درکار ہی کیونکہ کرامت اور فائدہ صحبت کا متعلق بروح ہی بدن کو
اوسمیں کچھہ دخل نہیں اور باقی رہنا روح کا بعد موت کے بالاتفاق مسلم الثبوت ہی اور امتناع
کرامت کا بعد چھوڑنے بدن کے کہیں ثابت نہیں ہوتا ہی علاوہ بریں جیسے سندوں سے وقوع
حدیث و فقہ کی ثابت ہوا کرتی ہیں اونسے اعلی اور عمدہ سندوں سے بہتری مومنین کی اتباع
اور لوازم کمال ایمان کی ثابت ہیں سو اونکے اقوال سے باسانید صحیحہ ثابت ہی کہ ارواح کاملین سے
وے تصرفات جنہیں کرامات کہتے ہیں اور فائدہ روحانی ہوا کرتے ہیں سو اس مقام پر بعض
اقوال اون لوگوں کے ذکر کرتا ہوں جو آخر زمانہ میں ہندوستان میں ہوئے ہیں اور وہابیہ دہلی اونکو

بمقابلہ مجتہدوں کی خطا سے بری جانتے ہیں الزاماً نقل کرتا ہوں مولوی اسمعیل صاحب نے استفتاء
ذبیحہ میں کئی جگہ حضرت عبدالقادر جیلانی کو بلقب غوث الاعظم تعبیر کیا ہی اور صراط المستقیم میں لکہا ہی
کہ سید احمد صاحب کو نسبت قادریہ اور نسبت نقشبندیہ روح مقدس حضرت غوث الاعظم اور روح
مقدس حضرت خواجہ بہاء الدین سے معاً حاصل ہوئی اور نسبت چشتیہ حضرت قطب الدین بختیار
اوشی کے مزار پر مراقبہ کرنے میں اونکی روح مقدس سے حاصل ہوئی اور اسمین لکہا ہی
کہ ہمت علی مرتضی کو سلاطین کی سلطنت اور امرا کی امارت میں دخل ہی چنانچہ سیاحان عالم
ملکوت پر پوشیدہ نہیں ہی بلکہ بطور کلیہ کے لکہا ہی کہ حب ایمانی جب کمال کو پہونچتی ہی
تو الله تعالی اوس شخص کو اپنی ایجاد معدوم اور اجرائے احکام کیلیے آلہ اور جارحہ بناتا ہی
اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی فتح العزیز میں اول سورہ مطففین اور سورہ انشقت میں
اور پہر سورہ بقرہ میں بمقام ذکر شہیدوں کے صاف لکہا ہی کہ ارواح مفارقہ کاملین سے فیض حاصل
ہوتا ہی اور قاضی ثناء الله پانی پتی کہ بڑے شاگرد شاہ ولی الله اور بڑے خلیفہ مرزا مظہر جانجاناں کے ہیں
سیف المسلول کے آخر میں مکاشفہ اہل کشف کو لائق تسلیم ٹہیرا کے لکہتے ہیں کہ از روے کشف ثابت
ہوا ہی کہ از آدم تا خاتم علیہم السلام کمالات ولایت کبری اولیاء الله کو بتوسط روح مقدس علی مرتضی کے
حاصل ہوتی رہی ہی اور بعد آپکے انتقال کے حضرت امام حسن اور پہر حضرت امام حسین علیہم السلام
بلکہ جزءاً تا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور بعد اونکے انتقال کے اونکی روح مقدس سے
تا ظہور حضرت غوث الاعظم کے پہر اونسے اب تک اور آیندہ تا ظہور امام مہدی اور بعد اونکے انتقال کے
اونکی روح مقدس سے ہوتی رہیگی جو تہا مقدمہ مشکوۃ شریف کی باب اثبات عذاب
القبر میں جو حدیث متفق علیہ عبدالله ابن عمر سے اور ترمذی کے ابو ہریرہ سے اور احمد اور ابو داود
براء بن عازب سے اور دارمی کی ابو سعید خدری سے اور ابن ماجہ کی ابو ہریرہ سے اور

ما یقال عند من حضرہ الموت مین صحیح مسلم کی حدیث ام سلمہ اور مسند احمد کی حدیث طولانی
براء ابن عازب سے اور باب المشی بالجنازہ مین حدیث متفق علیہ ابو ہریرہ سے اور باب البکاء
علی المیت مین حدیث متفق علیہ حضرت عائشہ سے صفحہ ظاہر ہی کہ ارواح مقبورین کو قبر سے
علاقہ رہتا ہی اور حدیثون سے یہہ بات قرار پاتی ہی کہ قبر در حق مقبور باغچہ ہی باغچہ ہای
بہشت سے یا ایک گڑہا ہی جہنم کے گڑہون سے **پانچوان مقدمہ** بخاری شریف کی
روایت مشکوۃ مین ہی حضرت ابو سعید خدری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ صاحب جنازہ
اگر نیکوکار ہوتا ہی تو کہتا ہی مجھے جلد لیچلو اور اگر بدکار ہوتا ہی تو اپنے جنازہ کے لیجانیوالون سے
کہتا ہی ہای خرابی مجھے کہان لیے جاتے ہو اور صحیح مسلم کی رو سے مشارق الانوار مین ہی انس ابن مالک سے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جب کوئی بندہ قبر مین رکھا جاتا ہی اور ساتھ والے اوسکے پاس سے پھر جاتے ہین
تو وہ اونکی جوتیون کی چپ چپ سنتا ہی اور صحیحین وغیرہ مین بروایت ابو طلحہ انصاری اور حضرت عمر فاروق
اور عبد اللہ بن عمر اور انس ابن مالک اور عبد اللہ بن مسعود سے در حق کفار بدر جو مارے گئے تھے وارد ہی
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے قسم ہی خدا کی تم لوگ اون سے زیادہ نہین سنتے ہو لیکن وے جواب نہین دے
سکتے یعنی وہ جواب کہ اور لوگ سنین اور مسند احمد کی حدیث در باب ایذا اصحاب قبر تکیہ
اور سر تکیہ لگاکر بیٹھنے سے فصل دوم مین گذری اور شرح الصدور مین ابن ابی الدنیا
اور بیہقی کی روایت ابی ہریرہ سے اور ابن عبد البر محدث کی روایت ابن عباس سے لکھی ہی کہ
فرمایا آنحضرت صلعم نے جبکہ گذرتا ہی کوئی کسی قبر پر اور سلام کرتا ہی تو وہ اوسکے سلام کا جواب
دیتا ہی اور طبرانی کی روایت ابن عمر سے اور حاکم اور بیہقی کی روایت ابو ہریرہ سے لکھی ہی کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے در حق شہدای احد قسم ہی خدا کی نہ کوئی سلام کریگا اونکو مگر یہہ کہ دینگے جواب
سلام کا دیکھ اور یہہ بات قیامت تک چلی جاویگی اور ابن عساکر اور حاکم کی روایت ابن

عباس سے اور ابن عدی کی روایت علی مرتضی سے لکھی ہی کہ آنحضرت صلعم نے جعفر طیار کی نسبت
بعد اونکی شہادت کے ایکدن فرمایا کہ جعفر طیار اسوقت گروہ ملائکہ کے ساتھہ میری طرف سے ہوکر نکلا
اور مجھے سلام کہا بالجملہ احادیث موصوفہ سے یافت ہوتا مردون کی ارواح کو اس عالم کی باتون کا
خصوصا اوس مقام پر کہ جہان اونکے اکثر اجزای اصلی بدن کے ہوتے ہین کہ اوسکو قبر کہتے ہین وہان پر
حاضر ہونیوالے کے حرکات وسکنات اور گفتگو کا دریافت ہونا بخوبی ثابت اور مکاشفات اہل کشف حقائق
مصدق اور مؤید صحت روایات موصوفہ کی ہین بلکہ حضرات اہل اللہ مقرر کیے ہوے بعضے طریقے اپنے ہین
کہ جس سالک کا جی چاہے کر دیکھے کہ امر مذکور خود اوسے مشاہدہ ہو جاے غرضکہ ان باتون کے
مقابلہ مین قیاسات معتزلہ قطعا لغو اور واجب الرد ہین پس اگرچہ بعضی روحین اوج
علیین پر ہون تو بھی ہو سکتا ہی کہ جیسا تارون کو زمین سے علاقہ رہتا ہی اور روشنی اونکی
زمین تک پہونچتی ہی اوسی روحون کو تعلق اس مقام سے جہان اکثر اجزای اصلی بدن کے ہوتے ہون
رہتا ہو جیسا کہ علامہ سیوطی اور ابن قیم نے تصریح کی ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر سورہ
مطففین مین لکھا ہی کہ دور و نزدیک اونکی نسبت برابر ہوتا ہی یعنی اگرچہ قبور اولیا کے پاس
جانیکی برکات اور ہی ہوتی ہین مگر ادراک انکا دور تک پہنچتا ہی اور مین کہتا ہون کہ اگر
علی العموم برابر نہین ہوتا ہی تو عوام پر قیاس کرنا اون شخصون کو درست نہین ہو سکتا جنکے حق مین
اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہی کہ صاحبان بصیرت اور بینائی ہین اور حدیث قدسی مین
فرمایا ہی کہ مین اونکی شنوائی ہو جاتا ہون اور مین اونکی بینائی ہو جاتا ہون جیسے مثلا حضرت
عمر کے سیکڑون منزل سے حضرت ساریہ کا حال دریافت کر کے فرمایا کہ یا ساریۃ الجبل الجبل کا اس مشکوۃ
مین ثابت باب الکرامۃ مسلم ہی کہ کاملون کو کبھی قرب و بعد اونکا اوسکے مشاہدہ مین مانع التفات اس عالم کی
طرف ہوتا ہی اور حاجت ہوتی ہی کہ فرشتے اونکو اطلاع کرین اور عوام الناس کو اونکے اعمال کا

ہتا ہے یعنی قرب رہنا مانع التفات کا ہوتا ہو جیسا دنیا میں زندوں کو ہوتا ہی کہ کبھی
باوجود اسقدر بہت سے نہونیکے پاس کی بات بعض اوقات اونکو نہیں میسر آتی ہی بالجملہ اصل
موت کو موجب فیض ثابت ہونے حال زیارت کرنیوالونکا سمجھنا احادیث صحیحہ اور اکثر مکاشفات اہل
کشف کو ردّ کرنا ہی جیسا منکر کرتے ہیں **چھٹا مقدمہ** انبیا اور اولیا سے محبت دلی بہم
پہونچانیکا حکم اور اوس سے فائدہ ایمانی حاصل ہونیکا بیان جیسا قران شریف اور احادیث
صحیحہ میں وارد ہی وہ محتاج شرح و بیان کا نہیں جانا کچھ نہو تو اسا آگے جبکہ مذکور ہوگا
اور یہ بھی تجربہ ثابت ہی اور جسکا جی چاہے تجربہ کرلے کہ اکثر مذکور کرنے سے اوسکا اور اوسکی
طرف دل لگانے اور اوس سے عرض حاجت کرنے سے ربط دلی ترقی پاتا ہی اور محبت دلی کی ترقی
ہوتی ہی **بالجملہ** جبکہ سوال کرنا حاجت روائی کا انبیا اولیا سے بموجب دوسرے مقدمہ اور متعلق
ہونا کرامت اور فیض صحبت کا صرف روح سے نہ کہ بدن سے بموجب تیسرے مقدمہ کے اور تعلق ارواح
مردونکا مقام قبر سے بموجب چوتھے مقدمہ کے اور دریافت ہونا اہل قبر کو حال اس عالم کے خصوصًا
اونکی زیارت کرنیوالے کے بموجب پانچوین مقدمہ کے اور تاکید شرعی واسطہ حاصل کرنے محبت
دلی کے انبیا اولیا سے بموجب چھٹے مقدمہ کے ثابت ہوا تو اگرچہ صحابہ کرام سے تصریح اسکی
کہ ارواح کاملین سے فائدہ لینا صحیح ہی کتب اخبار و آثار میں لکھی نہیں گئی ہو تو بھی بموجب
پہلے مقدمہ کے بدعت ضلالہ نہیں ٹھیر سکتی چہ جائیکہ سینہ بسینہ یہ امر چلا آتا ہو اور اکثر
اہل اللہ کا اتفاق سمجھا جاتا ہو اسبات پر جو مولوی رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالی عنہ نے رسالہ
اسرار المحبۃ میں لکہا ہی خلاصہ ترجمہ اوسکا نقل کیا جاتا ہے یہ ہی کہ متوسلین کاملین کی محبت
کرنا عاقبت میں فائدہ بخشیگا بشرط لیاقت یعنی اگر خاتمہ بخیر ہوگا اور دنیا میں بھی
فائدہ بخشتا ہی بشرطیکہ اونکی طرف دہیان لگایا جاوے اور آل اونکے دہیان کے لیے اونکی

خیال کیا جاوے اور اونکو یاد کیا کرے اور اونکی خدمت میں ثواب اعمال کا ہدیہ بھیجا کرے
اور اونکی طرف جو لوگ منسوب ہیں یعنی اونکی اولاد اور اونکے یار اونسے احسان اور سلوک کرتا رہے
سو ایسے باتوں سے نسبت اویسیہ اور صحبت ظاہری کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور صحبت ظاہری
اہل اللہ کا حال جو از روے احادیث کے ظاہر ہے سو کچھ آگے چلکر معلوم ہوگا **فائدہ** حضرت
امام حسن علیہ السلام کا ارشاد جامع ترمذی میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حلیہ شریف کے خوبی
دریافت کرنیکا میں مشتاق رہتا تھا تاکہ اپنا دل اوس سے لگاؤں اور بخاری شریف میں حضرت صدیق
اکبر کا ارشاد منقول ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا دھیان کیا کرو اونکی اہل بیت میں اور یہ نہیں فرمایا
کہ اللہ کا دھیان کیا کرو اونکے معاملہ میں اور ورفعنا لک ذکرک صریح ارشاد الہی ہے کہ رسول اللہ صلعم
کا ذکر کیا جایا کرے سو اگرچہ زبان سے کہنے کو بھی ذکر کہتے ہیں مگر اصل ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں
سو یاد کرنا دل کا کام ہے اور اگر معاذ اللہ کسی کا تصور کرنا کفر و شرک ٹھہرے تو چاہیے کہ کوئی آدمی
کسی وقت کفر و شرک سے بچ نسکے کیونکہ ہر وقت کسی نہ کسی کا تصور دل میں ہوا ہی کرتا ہے بعض جاہل جانے
کہ میل تو تشبیہ کا اسی بات کے لیے یعنی بزرگوں سے فائدہ باطنی حاصل ہونے کے واسطے قائل ہیں
بلکہ معاذ اللہ دغدغہ سوء خاتمہ کا ہے جیسا مولوی روم فرماتے ہیں ع بے عنایات حق و خاصان
حق ۔ گر ملک باشد سیہ ہستش ورق ۔ اب رہ گئی آیہ کریمہ انک لا تسمع الموتی و ما انت بمسمع
من فی القبور سو بالاتفاق مفسرین مسلم الطرفین موتی اور من فی القبور سے کفار مراد ہیں
کہ تشبیہ دیے گئے ہیں ساتھ مردوں کے تو سننے سے اس مقام میں مجازی معنی مراد ہیں
جیسے بولتے ہیں کہ فلانا شخص بہرا خود پسند ہے کسیکی بات نہیں سنتا ہے اور اگر یہاں سے مردونکی
عدم سماعت حقیقی نکالی جاویگی تو کوئی وجہ تشبیہ کی نہ قرار پاویگی کیونکہ کافرون کو تو سماع حقیقی
حاصل تھی پس معاذ اللہ کلام الہی پایہ بلاغت سے ساقط ہوجاویگا علاوہ بریں بعضی اصحاب نے تو جب

بعد یہہ بھی واقع ہی اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا یعنی تو نہیں سناتا ہی مگر اونکو کہ
استعداد ایمان کی رکھتے ہیں پس اگر حقیقی سنانا مراد لیا جاوے تو معاذ اللہ یہہ بات غلط ٹھہری اس لیے
کہ آنحضرت صلعم کافروں کو سناتے تھے چنانچہ اسی لیے موضح القران میں جسپر منوبہ سند کا دارمدار ہی
ذیل میں ترجمہ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ کے لکھا ہی تو نہیں سناتا قبر کے پڑوں کو اور حدیث میں
کہ مردوں سے سلام علیک کرو سنتے ہیں اور بہت جگہہ مردے کو خطاب کیا ہی اوسکی حقیقت یہہ
کہ مردے کی روح سنتی ہی اور قبر میں جو پڑا ہی سو دھڑ ہی وہ نہیں سن سکتا یعنی روح انسانی جو بدن سے
مفارقت کرتی ہی آدمی سب نہیں کہتے ہیں اور موت کے معنی روح کا معدوم ہونا کے نہیں ہیں
ورنہ عذاب و ثواب قبر کا جو ضروریات دین سے ہی ٹھہر ہی غلط ہو جاتا اور وہ الزام تو ہو نہیں سکتی جاتا
کہ یہاں نفی سنانے کی ہی نہ کہ سننے کی اور ظاہر ہی کہ سنا سکنا اسماع کا ترجمہ نہیں ہو سکتا پس
مطلب یہہ ٹھہرا کہ تیرا کام مردوں کی دعوت کرنیکا نہیں ہی بالجملہ آیات موصوفہ کو احادیث
سابق الذکر سے کچھہ تعارض نہیں ہی اور حضرت عائشہؓ جو انکار سماع مقتولین بدر کی مروی ہی
شاید مطلب حضرت عائشہؓ کا یہہ ہوگا کہ سماع عرفی جیسے ہم بدن کے کانوں سے سنتے ہیں وہ مردوں کو
نہیں کیونکہ بدنی کان نہیں ہوتے نہ یہہ کہ اونکو حال زیارت کرنیوالوں کا دریافت نہیں ہوتا ہی کیونکہ
اسی بات میں ہی اور شرح الصدور میں ابن ابی الدنیا کے نزدیک حضرت عائشہؓ سے منقول ہی کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا اور اوسکی قبر کے پاس نہیں بیٹھتا
مگر یہہ کہ صاحب قبر اوس سے انس پکڑتا ہی چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کا اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کے
لیے جانا اور بعض اشعار فراقیہ انکی پڑھنا مشکوٰۃ شریف میں مروی ہی اور یہہ بھی کہ جب تک
کہ حضرت عائشہ نے اپنے اوس گھر سے جسمیں کی ہو چنانچہ فصل دوم میں گذرا کہ بعد دفن ہونے حضرت
عمرؓ کے وہ اپنے کپڑے اوس حجرہ میں نہیں اتارتی تھیں شرم سے حضرت عمرؓ کی اوس سے عائشہ

ظاہر ہی کہ وے بھی ادراک مقبورین کی قائل ہوئیں اور مدارج النبوۃ میں مواہب سے نقل
کیا ہی کہ وہ مغازی محمد بن اسحاق میں بسند جید اور مسند احمد میں بسند حسن حضرت عائشہ سے
روایت کرتا ہی رہی تا جو اور صحابہ نے قتلاے بدر کے حق میں نقل کی ہی یعنی پیغمبر خدا صلعم نے
اونکے حق میں فرمایا کہ وے تم سے زیادہ سنتے ہیں اور صاحب مدارج فرماتے ہیں کہ یہی بات شرح
مسلم میں بھی لکھی ہی بالجملہ اونکا قول اس باب میں متعارض منقول ہی اور ماہرین علم حدیث نے
اس مقام پر یہ بھی لکھا ہی کہ جب حدیث کی صحت ثابت ہولی یعنی سماع مقتولین بدر کی صحیح تو نکی
روایت سے ثابت ہوئی تو بغیر دوسری حدیث صحیح کے جو خلاف اوسکے ہو اوسکی تاویل نہ کیجائیگی
بلکہ حضرت عائشہ کے قول کی تاویل کرنا چاہیے **ف** حضرت عائشہ کی اس بات سے کہ اپنی بھائی کی
وفات پر اونکے فراق میں اونہوں نے شعر بھی کہیں اور قبر پر جاکر تیر مائیں اور یہی حضرت یعقوب
اپنے بیٹے کے غم میں وا اسفا کہنے سے ثابت ہوتا ہی کہ لخت جگر رسول خدا مظلوم دشت کربلا کے
غم میں اگر شعر بھی کہی جائیں اور وا اسفا کا مضمون ادا کیا جاے تو بدعت ضالہ نہیں ہو سکتی
مگر نہ ایسی مرثیے کہ رائج ہیں کہ اونمیں اکثر روایات واہیہ بے اصل ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ
اہل بیت طہارت کے غم واندوہ کو اپنے غم واندوہ پر قیاس کرکے اپنا ہی سا اضطراب اور بیتابی
اور شیون اونکی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اسمیں کمال بے ادبی ہوتی ہی اور بالکل جھوٹ بھی ہی
تیسرے یہ کہ بعض مظالم یزید بیوی کے اگرچہ واقعی ہوں مگر اونکی تفصیل بیان کرنیمیں بھی
بے ادبی لازم آتی ہی اور یہ سب باتیں موجب خرابی دین اور دنیا کی ہوتی ہیں **اگر کوئی**
موت کو نیند پر قیاس کرے سو اولاً یہ دلیل قیاسی ہی جسے فرمایا اول من قاس ابلیس
یعنی ہر گاہ احادیث سے ثابت ہولیا کہ ارواح مقبورین اپنی زیارت کرنیوالی کی باتیں
دریافت کر لیتی ہیں تو اس قیاس کی گنجایش کہاں رہی اور ثانیاً یہ قیاس بالاولی

نہین ہی بلکہ قیاس مع الفارق ہی کیونکہ نیند مین روح انسانی کی پابندی تمام قوای
بدنی سے نہین چھوٹتی باقی سو جس قدر کہ بدنی ہین نیند سے فتور آویگا اور حس کو فوت کہ ذریعہ سے
جو ادراک روح کو ہوتا تہا اوسمین بہی فتور آویگا اور موت سے وہ پابندی بالکل
چھوٹ جاتی ہی لیکن قوای بدنی کی خرابی سے ادراک روح مین کچھہ فتور ہونا ضرور نہین مثلا
جسکو عادت عینک کی ہوتی ہی بغیر اوسکے اوسے کچھہ نظر نہین آتا اور اوسمین فتور آنے سے
چیز کے نظر آنے مین فتور آتا ہی اور جبکہ میعاد معینہ پابندی عینک کی گذر جاتی ہی تو عینک کے
جانے سے کچھہ حرج نہین ہوتا اگر کہیے کہ بہ نسبت زایرین قبر کے ادراک مقبور ایمن جکا
ہمنے قبول کیا مگر در صورت غیبت از قبر اونکا ادراک کہان سے ثابت ہوتا ہی سو اولا تسلیم
کرنا ادراک اہل قبر کا بہ نسبت زایرین کے واسطے جواز مدد مانگنے کے ساتھہ ملا اور مقدمات کی کفایت
کرتی ہی اور ثانیا یہہ کہنا اوسی قسم کا ہی کہ مثلا کوئی کہے کہ اللہ تعالی کی صفت مین واجب بالذات کا
لفظ اور انبیا کی تعریف مین معصوم کا لفظ نہ کہین قرآن مین ہی اور نہ کسی حدیث مین پس یہہ دونو
باتین معاذ اللہ غلط ہین حالانکہ جب اللہ کو اللہ کہا تو واجب بالذات گویا پہلے کہہ چکے اور جب انبیا
علیہم السلام کی اطاعت ضرور ہوئی تو اونکی معصومیت کا اعتقاد بہی ضرور ہوا اسیطرح جب زیارت سے
حدیث سے ثابت ہو لیا کہ ہزارون مین ہیتی اور بہتر ہین سے تب جانا صاحب قبر کا زیارت کرنیوالے کو
اور سکو روکنا نہین ہی تو اس سے صراحۃً لازم آیا کہ دیوار اور بیمار روحون کو مانع ادراک
نہین ہوسکتی خصوصا اون لوگون کو جنکی حق مین اللہ تعالی نے فرمایا کہ ما حجابا بما ہین
اور فرمایا کہ مین اونکی شنوائی اور مین اونکی بینائی ہو جاتا ہون اور لزوم اعتقاد علم غیب کا
شبہہ کرنا دلیل ہی کہ دوربین لگانیوالی کی نسبت اگر کوئی اعتقاد کرے کہ دور سے چیزین جو ہم
نہین دیکھتے ہین یہہ دیکھتا ہی تو اوسپر بہی شبہہ لزوم اعتقاد علم غیب کا وارد ہوتا ہے

اور بعض تو یہاں بہی یہیں وارد ہو سکتا ہی مثلہ اس مقام پر یہ آیہ ایسے گمان میں
ایسے مفید مطلب جانکر اسکو ہمارے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ
لَا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَہُمْ عَنْ دُعَآئِہِمْ غٰفِلُوْنَ حالانکہ ہمارے اگلے مفسرین
لکھتے ہیں کہ یہاں من دون اللہ سے بت مراد ہیں کما فی الجلالین وغیرہ معتمد احادیث سے
ثابت ہو لیا کہ روحیں جواب سلام کا دیتی ہیں اور بات زیارت کرنیوالی کی دریافت
کرتی ہیں اور اہل کشف حقانی سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ بعد وفات بہی حاجت روائی
بندگان خدا کی باذن اللہ کرتے ہیں پس نہ اون پر لا یستجیب لہ صادق آتا ہی اور نہ عن دعائہم
غافلون اور چاہیے کہ جنات اور شیاطین کو پکارنا بقول تمہارے شرک نہ ٹہرے کیونکہ
تمہارے نزدیک بہی مصداق لا یستجیب لہ اور عن دعائہم غافلون کے نہیں ہیں اور کبہی
اس آیت کو پیش کرتے ہیں اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ
اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ جواب اسکا یہ ہی کہ روح کو میت نہیں کہتے ہیں بلکہ صرف تن بے جان کو
میت کہتے ہیں خصوصاً وہ تن جسکی شان سے جاندار ہونا ہی نہ ہو عقلاً جیسے لاش مردے کی
اور خواہ وہ ہما جیسے تصویر سایہ دار علی الخصوص وے تصویریں کہ کفار کے محاورہ میں بطور
زندہ آدمیوں کے تعبیر کیجاتی ہیں مانند لات و عزی وغیرہ کے کہ بسبب گذرنے بہت مدت کے
اونکے وہم میں قبلہ عبادت کے مرتبہ سے بڑھ کر خود معبود قرار دیے جاتے ہیں
چنانچہ جلالین وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں لکہا ہی اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بہی فوز الکبیر میں
لکہا ہی اور یہ بات بالاتفاق مسلم الثبوت ہی کہ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ کے معنی یہ نہیں ہیں
کہ تمکو معدوم کر دیا ہی اور نئے سرے سے پیدا کریگا بلکہ بالاتفاق یہی معنی ہیں
کہ تمہاری روحوں کو تمہارے بدن عنصری سے جدا کر دیا ہی اور پہر

ویسا ہی بدن کو دیکھا ہرین بقدیر یکتا کو اوس بات سے جو درحق شہید کے

فرمائی ہے کہ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا

تشعرون تعارض نہیں ہے یعنی مراد یہ ہی کہ جیسے ارواح عوام مردوں کی قید اور

مشغول اپنی بری حالات میں رہتی ہیں ویسے شہید لوگ نہیں ہوتے بلکہ مانند زندوں کے

اپنے تصرفات اور حرکات و سکنات میں فارغ البال اور مطلق العنان ہوتے ہیں اور انبیا اور صدیقین

بطریق اولی ایسے ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے جمہور سلف کا یہی قول چلا آتا ہے بر تقدیر شہید

لوگوں پر اور انبیا اور صدیقین پر یہی کہ دے اون سے افضل ہوتے ہیں اور جھگڑا نہیں ہے

اموات ... احیا پر جس پر مراد ہے کہ اوس آیت میں مذکور ہے صادق نہیں آسکتا اور قیاس کرنا

روح کے حال کو جو بعد وفات کے ہوتا ہے اوس حال پر جو قبل تعلق بدن کے تھا دیسا ہی قیاس ہے کہ زمانہ

جہل طفلی کو زمانہ شیرخوار کی پر کوئی قیاس کرے بدین تقریر کہ جو روح تو دی ہے کچھہ پرورش سے

اوس میں بالیدگی نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی ردی قرآن شریف کے ظاہر ہے کہ قیامت کے دن

بعض اوقات کے سبب تھوڑی کے سمجھہ بھول جاتا اکثر اوقات اور خصوصاً بعد حصول بہشت جہنم دنیا کی

باتیں اور ... اعمال مومنین اور کفار کو یاد آویں گے اور باہم ذکر کرینگے حالانکہ قبل تعلق بدن کے

جان کسی کو کچھ ذرہ بھی یاد نہیں ہوتے کاملوں کی روحوں سے دعا مانگنے کا مسئلہ ویسا ہی

حضرت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا کہ روزہ میں اپنی عورت کا بوسہ لینا درست ہے یا نہیں

آنحضرت صلعم ایک کو اجازت دی ایک کو منع فرمایا جسکو منع فرمایا تھا اوسکی نسبت جوانی کی تھی اور

جسکو اجازت دی اسکا ضعف شناخت کیا تھا اسی طرح جو عوام لوگ کہ توحید اور شرک کے معنی نہیں سمجھتے اونکی

نظر ... جیسے مقہور اور عاجزی خدا کے آستانے لوگوں کی جو آنکھوں سے نظر آتے ہیں لیکن سمائی یہی ہے کہ شی مقہور

... لوگوں کی نہیں سمائی ہی تو اوس مدد مانگنے میں اون کو

لمہ حجت نکر دیا جاہیے بلکہ سمجہا دینا چاہیے کہ جس طرح بادشاہ سے مانگتے ہین
اور خیال رہتا ہی کہ اگر اللہ چاہیگا تو ملیگا اور بادشاہ کہ دینیے کو جانتے ہین کہ اللہ نے دیا
اسیطرح اولیاء اللہ سے مانگنے مین بہی اگر دہیان رکہوگے تو مانگنا درست ہوگا نہین تو
نہین علی ہذا القیاس بزرگونکی نیاز کا مسئلہ بہی سمجہا دینا چاہیے کہ جسطرح زندگی مین
بزرگون کی اونکو نذر دیتے تہے اسیطرح کنوان باغ روپیہ بیا جانور غلہ کہانا متہائی
اللہ کے واسطے بزرگون کی نیاز کیا کروگے جیسا احادیث مندرجہ فصل دوم سے ظاہر ہی تو
موجب ثواب ہوگا نہین تو گناہ ہی **اگر کوئی کہے** کہ بعض مشرکین بہی یہی کہتے ہین
کہ جسطرح ہم مردون سے مدد مانگتے ہو اسیطرح ہم بتا کل وغیرہ سے کرتے ہین اوسکا
جواب یہہ ہی کہ یہہ صرف مغالطہ ہی کہ وہ یہہ اوسکے مغالطہ ہین سبب خبر نکر اسکو ایک بہت
بترا شیعہ الزام کا جانتے ہین اور در حقیقت انکو انکے بتا کل معبود اور غیرہ کی درصورتیکہ
اونکا کامل ہونا مسلم ہو صرف مدد مانگنے کو ہم شرک وکفر نہین جانتے بلکہ اونسے مانگنے
اس جہت سے شرک کفر کہتے ہین کہ اوسکی بنا اونکی عبادت پر ہوتی ہی جیسا کہ فصل آئندہ سے
معلوم ہوگا کہ **اگر کوئی کہے** کہ درخت اور پہار بہی علوی روح رکہتے ہین تو اونسے بہی
چاہیے کہ مدد مانگنا درست ہو اور دیو بہوت سے بہی کام نکلتا ہی تو اونکو بہی [illegible] نذر دینا
درست ہو تو جواب اسکا یہہ ہی کہ پہلی صورت مین دوسرا اور تیسرا مقدمہ چہوت گیا اور پچہلی
صورت مین چہتا مقدمہ چہوت گیا ہی یعنی غیر آدمی سے مانگنا اور تصرف کا ظاہر ہونا کہ ہاتہہ سے
غائب نہین ہوتا اور دیو بہوت سے مانگنا اگرچہ بطور عبادت کے نہو تو بہی خود اونسے ربط بڑہانا منع
ہی **تنبیہ** یہہ کہنا رہا یہہ کہ بعضے کامون کو جو ہم لوگ خاص شرک کہتے ہین اوس سے
وہ شرک مراد نہین ہی جس سے ہمیشہ جہنم مین رہنا ہوگا بلکہ دلبا شرک مراد ہی جیسے ریا کا رکہ

اور تیسری قسم تمام عمر خدایا بعض منترون کو شرک فرمایا ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ
پہلے اون باتونکا جنہیں تم لوگ خاص شرک کہتے ہو ممنوع ہونا ازروی اصول شرعیہ کے ثابت
کرنا چاہیے حالانکہ ان میں سے بہتیری معظم باتین تمہاری ایسی ہیں جنکے لیے حکم اور
اجازت شرع میں وارد ہی جیسا فصل دوم میں گذرا اور بہت باتین ایسی ہیں کہ شرع میں
اونکی نسبت کچھہ حکم نہیں اور سکوت عنہ شرع کا ہونا عین اجازت دینا ہی جیسا اوپر گذرا
اور پہر کیا وجہ کہ اون باتونکو جو بالاتفاق شرک اور موجب خلود فی النار کے ہیں برابر
اپنی خاص شرک کی باتونکے کہتے اور لکہتے ہو کہ خواہ یون سمجھے کہ یہہ علم یا قدرت کسیکا
امر ذاتی ہی یا یون سمجھے کہ خدا نے دیا ہی دونون طرح شرک لازم آتا ہی جیسا عبد الوہاب
نجدی کے خلاصہ کتاب التوحید میں جسے لکہا دیکہا ہی کہ تیرے شرکو نمین اوسکو لکہا ہی اور پہر
بعد ثبوت ممانعت کے شرک کہنا اوسکا قرآن یا حدیث سے ثابت کرنا چاہیے ورنہ موافق مضمون
حافظ ہمہ ما کانو بہ یک شہر دون کہ چاہ کندہ را چاہ در پیش رہ طعن جو حضرت اہل اللہ پر تم
محض بیجا کرتے ہو وہ سب مع شی زائد تم پر الٹی پڑتی ہی جیسا کہ سایر مخالفین اہل سنت جماعت پر
عائد ہوتی ہیں یعنی من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فہو رد و کل بدعۃ
ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار ۔ بورع و تقا کوش و صدق و صفا ٭ ولیکن میفزا
بر مصطفی ٭ اور اگر کہیے کہ ہم بہی مجتہد ہیں تو حلوا خوردن را روی باید اسیطرح ہم اپنی اصطلاح کے
اور لوگ بہی کہینگے کہ شرک کئی قسم پر ہی فرض و مسنون و مستحب و مباح و مکروہ و حرام
فرض جیسے شرک فی التصدیق یعنی تصدیق کلمہ محمد رسول اللہ کو تصدیق کلمہ لا الہ الا اللہ کا
شریک گردانا اور شرک فی المحبت اور شرک فی الذکر جیسا رفعنا لک ذکرک کی
تفسیر حدیث میں آئی کہ اپنے نام کے ساتھہ اللہ تعالی نے رسول اللہ کا نام اکثر جگہہ ملایا

ٹھہراتا ہی اور شرک فی النظر یعنی جیسا فرمایا کہ النظر الی الکعبۃ عبادۃ ویسا ہی فرمایا
النظر الی وجہ علی عبادۃ اور شرک فی الاطاعۃ اور شرک فی الولایت اور شرک فی النصرۃ
اور شرک فی الشفاعۃ اور شرک فی الاستعانۃ اور شرک فی العطا اور شرک فی الکفایت کہ
یہہ سب اور بہر کدر جکا اسیطرح اور قسام بہی نکل سکتے ہیں اور یہہ کہنا کہ ہو نکا کہ بطور رخنہ
بندی کے از راہ احتیاط ہم ایسی باتوں کو شرک ٹہراتے ہیں تو اوسکا جواب یہہ ہی کہ
صاف صاف اصول خوارج اور معتزلہ کہ گناہ سے آدمی مسلمان نہیں رہتا ہی اور بغیر توبہ
کوئی گناہ معاف نہیں ہوتا بے پردہ ہو کر کیوں نہیں جاری کرتے کہ اسمیں زیادہ احتیاط ہی
اعتزال کو پردہ سنت جماعت میں کیوں چہپاتے سو اصل یہہ ہی کہ جسطرح بعض اہل سنت میں
میل نصب کا ہوتا ہی اور بعضوں میں میل رفض کا ویسا ہی ہندوستان میں وہابیت کی
رواج کرنیوالے میں میل اعتزال کا تہا مگر اور بعضے لوگ باوجود صاحب علم ہونے کے اسکو
نہ سمجہے اور اوسکی ترویج کی کوشش کرتے رہے **چوتھی فصل** سرکار سوا حضرت
حق جل و علی جامع جمیع صفات کمال کی کسیکی عبادت کرنا یعنی ابتدائی کی بابت میں کل ماسوا
کسیطرح بے نیاز سمجہنا اور اس سمجہہ پر کوئی تعظیم بجالانا امر باطل اور ممتنع کو صحیح
قرار دینا اور شرعاً باعث ہمیشہ رہنے جہنم کا ہی تو حضرت حق جل و علی کے تقرب کے لیے
بہی عبادت غیر حق کی کرنا امر محال کو اپنے واہمہ کے زور سے واقعی دہیان کرنا ہی اور نسبت
بارگاہ خداوندی کمال بے ادبی اور ناانصافی سے بہرا ہی جیسا مشرکین عرب کا قول اللہ تعالے نقل
فرماتا ہی ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی ہم اونکو الہہ کا شریک نہیں ٹہراتے
مگر اللہ کے واسطہ کہ ہمکو وے اللہ کے پاس کے درجوں پر پہونچادیں سو بیان شرک
اونکا ما نعبدہم کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی نہ کہ لیقربونا سے اور مال مشرکین

عرب کا بیان فرمایا اتخذوا من دون اللہ فرمایا آلہۃ یعنی انہوں نے شریک اللہ کا
ٹھہرایا اللہ کے تقرب کے لیے سو یہاں بھی شرک اقراری اونکا آلہۃ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی کہ
فرمایا کے لفظ سے اسیطرح بنداریشہ کا بنا کے لفظ جو فصل دوم میں گذرے شرک اونکا
شرکا بنا کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی نہ کہ حرف لام سے الغرض ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ مشرکین
عرب باوجودیکہ مالک اصلی تمام ملکوت السموات والارض کا اللہ ہی کو جانتے تھے جیسا کہ قرآن شریف
سے ظاہر ہی مگر کہتے تھے کہ اللہ نے اونکو آپ اپنا شریک کرلیا ہی جیسا کہ اونکا تلبیہ مشہور ہی
لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک یعنی جانتے ہونگے کہ اونکو اللہ تعالی نے
بعضی ولایت یا کل ہر دو جہان کے کل امور یا بعض امور عظیمہ میں دخل و تصرف کا اختیار دیدیا ہی
کہ اونکے افعال و آثار جو اونسے صادر ہوتے ہیں اللہ تعالی کی مشیت کو کچھ دخل نہیں رہا جیسا
قدریہ علی العموم بندگان خدا کی روزمرہ کی باتوں کی نسبت گمان کرتے ہیں اور جسطرح مجوس اہرمن کو
بد کاموں کی بابت ضد غالب ایزد کا جانتے ہیں ایسے ہی مشرکین عرب بھی اپنے معبودوں کی
عند اللہ شفاعت کرنے اور اوسکی موثر ہونے میں اذن اللہ کا دخل نہیں جانتے ہونگے جیسا
قرآن شریف سے بوجھا جاتا ہی کہ اونکے گمان کے رد میں اذن اللہ کی قید آتی ہی اور بعض مشرک اپنے
بتوں کو مرتبہ قبلہ کا ہی سے تر ہا کر اونکو خود عین اونکا سمجھتے تھے جنکی وے تصویریں بنائیں
کہ یہ بھی قرآن شریف سے بوجھا جاتا ہی اور بطور مشرکین عرب کے مجوسیوں کے دین میں بھی یہہ
بات داخل ہی کہ بعد پرستش ایزد کے پرستش آگ اور زمانہ کی ضروری ہی تاکہ ایزد کی بندگی کو
ایزد تک پہونچادیں اور ایزد نے چند عقول مجردہ اور نفوس فلکیہ کو سب عالم میں دخل و
تصرف کا اختیار دیدیا ہی کہ اونکے افعال عظمت اشتمال میں مشیت الہی کو دخل نہیں
اور اہرمن اگرچہ ایزد سے نکلا ہی مگر اوسکا ضد غالب ہوگیا ہی چنانچہ اونکی کتاب

اسی بات کی گواہ ہین ساتہہ اسکی اونکے بعض صحایف آسمانی ہین یہہ بہی لکہا ہی کہ پیر شتر
سرا کی خبر بردار نیست وہیچ گردندہ بجز بہش ازہ گرد دیدن نتواند اور یہہ نکتہ سوچنے اور
سمجھنے کے لایق ہی کہ کامل شخص اگرچہ مظہر اتم ہو اور جلوہ گاہ جملہ کمالات الٰہی کا ہو جاوے تو بہی
نیازمند ہی اور محتاج ہی اوسکی ذات حق کی طرف جیسے موب کو آفتاب کے ساتہہ ہوتی ہی نہین
جو شے پاتی اور الٰہیت کا مرتبہ وہی مرتبہ جامعیت کا ہی جسمین بے نیازی غیر سے مقدم تر سب
کمالات سے ہی اور اوسی مرتبہ والے کا نام اللہ ہی القصہ جس دین و مذہب کی کچہہ اصل آسمانی
معلوم ہوتی ہی اوس دین کی کتابون سے ظاہر ہوتا ہی کہ اصل اسمین توحید ہی تہی اور جو شرکت
اوسمین ہی وہ پیچہے سے آگئی ہی اور مشرکون کی کتابون سے ظاہر ہوتا ہی کہ شرکت اونکی صرف لزومی
نہین ہی بلکہ التزامی ہی حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اونکو اس اضطراب اور دغدغہ سے
نکالکر راہ راست توحید حقیقی پر لائے ہین اور عقل سلیم کے نزدیک از روے دلایل عقلیہ کے توحید ہی صحیح اور اوسکا خلاف
باطل ٹہرتا ہی وے لوگ ناحق آنحضرت صلعم کے دشمن بنکر اپنے پاؤن پر آپ کلہاڑی مارتے ہین مگر بعضے
جاہل اور مذہب والے بہی خلاف اپنے مذہب قوم کے اپنی سہان کی شرک کی باتونکی تاویل کرتے ہین
بس اگر زبان اونکی موافق دل کے ہی تو وے اشخاص شرک مذکور سے بری سمجہے جاوینگے
مگر یہہ کہنا اونکا کہ ہماری قوم کا مذہب یہی ہی محض غلط ہی +

خاتمہ جبکہ معنی عبادت حق اور شرک فی العبادۃ کے منقح ہو گئے تو مناسب
معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کے معنی جسقدر کہ ضروری ہین اور تکلیف شرعی علی العموم اوسکی تصدیق
کی ہی اور شرعاً وہی مدار نجات کا ہی لکہے جاوین پس جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ
فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ لا نفی جنس اِلٰہ اوسکا اسم کہ اسم جنس اور صیغہ اسم
ہی مستثنیٰ منہ الا حرف استثنا یا اسم ہی بمعنی غیر اور غیر کے معنی سوا لفظ اللہ کا

معروف اور علم ہی حضرت جامع جمیع صفات کمال کا اور وہی واجب بالذات اور وجود حقیقی ہی
اور ازروی دلیل عقلی اور کشف جلی کے جو مرتب حقیقیہ اور تاصل ذاتی اور لطائف لطیفہ
منحصر اوسمین ہی مستثنی واقع ہوا رفع اور نصب اوسکا دونون اس ترکیب مین درست ہی مگر قرات
مشہورہ قران شریف کی رفع ہی لیس یہہ محاورہ ایسا ہی جیسا کوئی اون شخصونکے رد کرنیکے
واسطے جو مثلا قوت غضب اور شہوت کے افراط کو بھی محمود جانتے ہین کہے کہ لا محمود الا التوسط
تو یہہ کہنا اوسکا خلاف محاورہ عربی کے نہین ہی اور اوسکے معنی یہہ نہین ہین کہ افراط کا مرتبہ بھی
عین مرتبہ اوسط کا ہی بالجملہ کلمہ طیبہ مین إله کا لفظ مصدر ہی بروزن فعال بمعنی مفعول
یعنی مالوہ اور جو چیز کسی کی معبود ہوگی وہ اله کہلایگی اوسکے عقیدہ اور اعتقاد کی راہ سے
اور بہت ظاہر اور بہت کھلی ہوئی ہی یہہ بات کہ جو قوم جس چیز کو اپنا معبود جانتی ہی
وہ صرف ان معنون سے نہین جانتی کہ بعضی لوگ اوسکی عبادت کرتے ہین یہانتک کہ
اگر کوئی اوسکی عبادت نکرے تو معبودیت اوسکی جاتی رہی بلکہ معبودیت اوسکی اونکی نزدیک
بمنزلہ مقتضای ذات کے اوسکی ہوا کرتی ہی لیکن یہان سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ اله کا لفظ
اہل زبان کے عرف مین مفعولیت کے معنون سے منقول ہو کر بمعنی مستحق عبادت ہوگیا ہی یعنی
منقول اصطلاحی منکرین توحید وجودی کا نہین ہی بلکہ منقول عرفی ہی اور [illegible] ازروی
محاورہ قران شریف کے ظاہر ہی کہ جہان کہین سوای الله کے اور کسیکی الوہیت کا ذکر
کلام [illegible] مین واقع ہی یعنی مثلا اسطرح بولا گیا کہ فلانی چیز معبود فلانی قوم کی ہی یا انہون نے
اسکو معبود ٹہیرایا ہی تو اوسکے معنی یہہ ٹہرے ہین کہ اونکے اعتقاد مین وہ چیز مستحق عبادت
ٹہیرتی ہی جیسا فرمایا اتخذوا من دون الله [illegible] ای جعلوهم فی زعمهم
ارباب استحقاق العبادة یعنی ٹہیرایا ہی انہون نے اپنے نزدیک اونکو مستحق عبادت

اور جب ... اہل سنت کا کلام ... ہوگا یعنی اسطرح بولا گیا کہ فلاں غیر معبود نہیں تھی اگر
معبود ... تو ... انکے معنی یہہ ہونگے کہ اندر ہی واقع اور نفس الامر کے مستحق عبادت
نہیں ... فرمایا لوکان فیہما آلہۃ ما ... یعنی لات وعزی اگر در واقع
مستحق عبادت ہوتے تو جہنم میں نجاتے اور یہہ بھی شہور جانتا ہی کہ الٰہ کا لفظ اگر معبود
عرفی یعنی مستحق عبادت نہو بلکہ اپنی معبولیت کے معنوں پر ہو تو آیت موصوفہ کے معنی ایسے نہیں
بن سکتے اور جبکہ ایک جگہہ دعوت مشرکین میں الٰہ کا لفظ قرآن شریف میں اسطرح
پر واقع ہوا کہ سوا مستحق عبادت کے معبولیت کے معنی نہیں بن سکتے تو کلمہ طیبہ میں بھی اس
لفظ کا معبولیت کے معنوں پر ہونا قطعی نہیں بریں تقدیر ایسے معنی کلمہ طیبہ کے جو بنا بر
معنی معبولیت کے ہونگے منجملہ ضروریات دین کے نہیں ہوسکتے اور تکلیف تام شرعی اوسکے
لیے نہیں ہوسکتی اور یہہ کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی مستحق عبادت نہیں ہی خود بلا نفاق
امر قطعی ہی اور تصدیق اوسکی ضروریات دین سے ہی سب کے نزدیک پس کلمہ موصوفہ کی نسبت یہہ
کہنا کہ اسی واسطے یہہ کلمہ مقرر کیا گیا ہی کہ سب لوگ علی العموم توحید وجودی کے قائل ہوں صریح
خلاف اکثر اہل اللہ ... اور ائمہ فنون ادبیہ اور تمام متکلمین اور فقہا اور محدثین کے ہی
سلفا وخلفا شرقا وغربا اور جو امر ایسا ہی وہ ازروے اصول دین کے قطعی نہیں ہوسکتا
اگرچہ توحید وجودی فی نفسہ برحق ہی اور علمہ حال میں کچھہ کلام نہیں ہی جو شخص قاعدہ
علم ظاہر ایسی باتیں کہے تو اوسپر اعتراض ہی اور جو کوئی بطور تفسیر بطن قرآن یا اشعار
النص خفی کلمہ موصوفہ سے توحید وجودی کا مسئلہ نکالے اوسپر کچھہ اعتراض نہیں ہوسکتا
القصہ معنی کلمہ طیبہ کے بقدر ضرورت تکلیف عام یہہ ٹھہری کہ ماسوا اللہ تعالیٰ کے
فی الواقع کوئی مستحق اوس قسم کی تعظیم کا نہیں ہی کہ تیرائی کی باتیں کل ماسوا

کسی قدر بہت سی ان کسی طرح سے بے نیاز سمجھا جائے اور یہ سمجھکر کوئی کام تعظیم کا اس کے
لیے کیا جائے اور صرف اللہ تعالی ہی [illegible]
خاتمہ الی تمہ قال اللہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم
اعلی امور تابعداری کی اللہ اور رسول [illegible] تمام ادنی فرمان برداری کا [illegible] بخاری
شریف کی حدیث [illegible] اور صحیح مسلم [illegible]
سید المرسلین جنکے [illegible] عمر فاروق [illegible]
مگر [illegible] جاتا ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ [illegible] ہیں آپ کو جانتا ہوں
مگر اپنی جان سے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ [illegible] اپنی جان سے زیادہ [illegible]
سنو کہ حضرت عمر نے فورا توبہ کی اور [illegible] محبت کا [illegible]
قسم اعلی تابعداری کی ہے مگر [illegible] تابعداری ظاہری [illegible]
واقع ہوتی ہے یعنی کبھو محبت سبب [illegible] گناہ ہوتی ہے اور [illegible]
ہوتی ہے اور سبب [illegible]
قطعی لازم اور ملزوم [illegible] غلط اور [illegible]
کہتے ہیں کہ ہرگز قیاس میں نہیں آتی [illegible] کوئی شخص [illegible]
زنا سے اللہ تعالی ناراض ہوتا ہے اور [illegible] دلیل ہے
اسکو گناہ ہی نہیں جانتا حالانکہ [illegible] ظاہری جیسا شخص [illegible]
سے ہی ظاہری جس شخص کا [illegible] آپ اپنے گریبان میں سر ڈالکر دیکھے کہ
گناہ کرتے ہیں اور [illegible] درست نہیں جانتے اور [illegible] انحراف دل
نہیں ہوتا ہے جیسا [illegible] کو دوست جانتے ہیں مگر جو [illegible] غلبہ

اور انکے کہنے میں نہیں رہتی اور مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہی کہ ایک صحابی مین بار
مے خواری میں پکڑے گئے اور مار کھائی تیسری بار میں اور ایک صحابی نے اونپر طعن کی
جناب شفیع المذنبین نے طعن کرنیوالے کو ڈانٹا کہ اوسے برا مت کہو وہ محبت رکھتا ہی الله اور رسول سے
اور مشکوٰۃ شریف میں بعض صحاح کی حدیث لکھی ہی کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حضرت سید الاولیا کو
نماز کے لیے سوتے سے اوٹھایا وہ نماز کے لیے نہ اوٹھے اور کہا کہ تیرا ہی سوا الحق تیرا لکا مرد لینگے
حالانکہ محبت علی مرتضی کی آنحضرت صلعم کے ساتھ جیسی تھی ویسی سب پر ظاہر ہی بالجملہ بخاری
شریف کی حدیث میں غور کرنیکی یہ بات ہی کہ حضرت عمر کے قول میں کل شی کا لفظ وارد ہی
یعنی سوا اپنی جان کے ہر چیز سے زیادہ میں آپ کو چاہتا ہوں نہ یہ کہ سوا الله تعالی اور اپنی
جان کے اور الله کے استثنا کرنے پر پیغمبر خدا صلعم نے کچھ مواخذہ نہ کیا اور یہ بات آشکار اور ظاہر ہی
یہہ بات کہ جان سے زیادہ پیار ہو یہ کا وہ مرتبہ ہی کہ اوس سے زیادہ اور کوئی مرتبہ ہو اور فوق
طاقت بشری کے جیسے اے تکلیف شرعی کا ہی نہیں کل سکتا ہی سوا اگر رسول الله صلی الله علیہ
و سلم کے ساتھ محبت رکھنا عین محبت الله تعالی کے ساتھ رکھنا نہ ہوتا تو بقول وہابیہ کے
... خدا والله موجب ہوتی اور شرک کی جا الله تعالی قرآن شریف میں بہ نسبت مشرکین
کے فرماتا ہی ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم کحب الله
اور جب کہ محبت رسول الله صلعم کی عین محبت الہی ٹہری تو بمقتضای حدیث متواتر المعنی
من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہ جسکی صحت پر تیس ۳۰ صحابیوں نے گواہی دی یعنی فرمایا
رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاکہ ادمیوں سے زیادہ کے سامنے کہ جسکا میں محبوب ہوں
اسکا علی بھی محبوب ہی محبت علی بن ابیطالب سلام الله علیہ و علی اعقابہ کی بخصوصیت انکی
ذات کے بہ نسبت ساری امت کے فرض عین اور عین محبت رسول الله صلعم کی ٹہری اور محبت انکی

لفظ اسے اُس حدیث میں سلطان یعنی صاحب ولایت ظاہریہ مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا
جب تک معاذ اللہ جناب اسد اللہ الغالب اور نیز اسی طرح بقیہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی نسبت یہ بھی
نہ کہا جائے کہ وہ اس خوف سے کہ کہیں دنیا کے آرام و عیش نہ جاتے رہیں جھوٹی حدیثیں بنایا
کرتے تھے اور جھوٹے مسئلے دین کی تعلیم کیا کرتے تھے یا یہ کہ اونکی شریعت اور تھی اور
شریعت محمدیہ اور تھی حالانکہ یہ دونوں باتیں بالاتفاق باطل ہیں پس حدیث ولی سے سلطان
ظاہری مراد لینا باطل ٹھہرا اور معنی امام مصطلح امامیہ کے مولی کے معنی ازروی لغت
عرب کے کہیں معلوم بھی نہیں ہوتے اگر ہوتے بھی تو اون دونوں قباحتوں کی جہت سے
یہاں نہیں درست ہو سکتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی قرآن شریف میں فرماتا ہے
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ
وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْغَالِبُونَ اس سے ظاہر ہے کہ عوام الناس کو چاہیے کہ خواص مومنین کو اپنا ولی
ٹھہراویں اور ولی کے معنی موضح القرآن میں جس پر مدار ہی وہابیہ کا کہیں لکھا ہی
حمایتی اور کہیں رفیق اور اسکے معنی کارسازی کے بھی ہیں اور مولی کے معنی بھی
مددگار ہیں پس ثابت ہوا کہ علی العموم اولیاء اللہ کو اپنا محبوب اور مددگار اور کارساز
قرار دینا چاہیے اور حضور شاہ علی ابن ابی طالب کو جنکی ولایت کی گواہی رسول اللہ صلعم نے
دی اور ناصر اور کارساز کے معنی یہ ضرور نہیں کہ ہاتھ پاؤں سے مددگاری ہو بلکہ
وہ بھی مراد ہو سکتی جو مولانا روم اوسی حدیث کے معنوں میں فرماتے ہیں بیت
کیست مولی آنکہ آزادت کند ÷ بند رقیت ز پایت برکند ÷ یعنی ماسوا اللہ سے آزاد ہونا
جسکا نام ولایت کبری اور امامت عظمی ہی اکثر ازروی کشف اہل کمال شخصہ بہم پہنچتی ہے

متعلق انہیں سے ہے تا جنکو اہل کشف نے سید الانبیا کہا ہی یعنی رسول اللہ صلعم کی غرض
حدیث غدیر سے وہ تھی جو صوفیہ نے سمجھی ہی یعنی علی ابن ابیطالب کو علی العموم مرشد طریقت
جاننا چاہیے نہ صرف یہہ کہ وے بھی مانند اوروں کی واجب المحبت ہیں اور جمہور اہل کشف نزدیک
صدیق اکبر اور فاروق اعظم بھی اونکو ایسا ہی جانتے تھے گوکہ متکلمین اور ارباب سیر اوسکی خلاف
لکھیں اور تمام اصول شریعت یعنی کتاب اور سنت اور اجماع سلف ناطق ہی اس بات پر کہ خاصان
خدا سے محبت عین محبت خدا اور رسول کی ہی پس یہہ جو بعض وہابیہ اوس حدیث بخاری کی دیکھ
پیروں کی محبت کو جان اور مال اور اولاد کی محبت کی جنس سے قرار دیکر غیر محبت رسول اللہ کا ٹھیراتے ہیں
محض غلط ہی اور اللہ تعالے قران شریف میں فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا
الیہ الوسیلۃ اور یہ ظاہر ہی کہ وسیلہ عوام مومنین کے ہمیشہ اور خواص کو ابتدا میں بہتر
اور افضل ترین وسیلوں کا اللہ کی طرف وہ عمل ہی جو بالفرض اگر بغیر نیت تقرب الہی کے کیا جاے
تو بھی موجب مغفرت کا ہو کیونکہ نماز روزہ حج زکوۃ اور جہاد اور امر بالمعروف وغیرہ حسنے
اعمال حسنہ میں بغیر نیت تقرب الہی کے کچھہ کام کی نہیں اور احادیث صحیحہ سے ظاہر ہی کہ
مصاحبت اہل اللہ کی اگرچہ بلا قصد اور بلا نیت تقرب الہی کے ہو تو بھی آدمی شقاوت
سے بچ جاتا ہی اور مورد مغفرت الہی ہو جاتا ہی سو متوسطین نے اسکا التزام کیا اوس وسیلہ
اعلی اور افضل کو ہیچ پوچ ٹھیرایا ہی تعجب ہی کہ بعض اہل علم صاحب تصنیف اذکار و اشغال
متقدمین ارباب طریقت کو واسطہ تکمیل نفس کے کافی جانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جو اسکو ادا کرے یا
دریافت کرلے تو پھر کچھہ حاجت پیر کی نہیں رہتی سبحان اللہ کیا خوب ہی کہ معنی سمجھے واہ واہ ملے
طریقہ اہل اللہ کا مطلق علم نہیں ہی یا محض عناداً ہی پر روش ابن تیمیہ نیچ کی حضرت صوفیہ کی
منظور ہی اتنا سمجھے کہ پیر اوس امر کے لیے ہوتا ہی کہ جو کتابوں کے لکھنے پڑھنے سے میں نہیں آتی اور ناکی

اور کسیلئے لکھنے سے حاصل نہیں ہوتا ہی بلکہ وہ تقریر او تحریر میں آ ہی نہیں سکتا
اب اس مقام پر مناسب ہوا کہ اولیاء اللہ کی تعریفیں جو قرآن شریف اور احادیث صحیح میں
آئی ہیں اور مجھے سرسری معلوم ہوئے ہیں بیان لکھی جائیں ۱ قرآن میں جو پچیسویں
سیپارہ کے شروع میں ہی لَهُم مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِم یعنی وے لوگ جو کچھ چاہیں
خداوند تعالی کے پاس اونکے لیے موجود ہی اور اس آیت کے سیاق و سباق میں عاقبت کا ذکر
نہیں ہی پس معلوم ہوا کہ دونوں جہان میں اونکے لیے سب کچھ موجود ہی چنانکہ صحیح حدیث
قدسی میں آیا ہی ایسے شخص کی تعریف میں لَئِن سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ یعنی اگر مجھسے
مانگے تو خواہ مخواہ مقرر مقرر اوسکو دوں لیکن حال انکا وہ ہی جو کسی بزرگ نے فرمایا
رباعی آنکس که ترا شناخت جان را چه کند فرزند و عیال و خانمان را چه کند دیوانه کنی هر دو
جهانش بخشی دیوانهٔ تو هر دو جهان را چه کند ۲ قرآن شریف میں ہی کہ وے لوگ
لشکر میں خداوند تعالی کے اور وہی ہیں غالب رہنے والے چنانکہ بعض احادیث سے ظاہر ہی
کہ وے آب و آتش و ہوا اور سنگ و آہن پر بھی غالب ہیں اس مقام سے علی ابن ابی طالب کو
اسد اللہ الغالب کہتے ہیں یہ وصف علی العموم اولیاء اللہ کا قرآن و حدیث میں وارد ہی چہ جائے
سید الاولیا کا جنکی ولایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی اور قریب ہی اس لقب کو
شرک قرار دیتے ہیں معاذ اللہ من ذلک انہیں لوگوں یعنی اولیا کے حق میں سعدی فرماتے ہیں
بیت گروہی عملدار و عزلت نشین قدمہای خاکی دم آتشین بیکبار کوہی ز جا بر کنند
بیک نعرہ شہری بہم برزنند + اور حافظ فرماتے ہیں قطعہ بر در میکدہ رندان
قلندر باشند که ستانند و دهند افسر شاهی خشت زیر سر و بر تارک هفت اختر
پای دست قدرت نگر و منصب صاحب جاهی ۳ قرآن شریف میں ہی جو لوگ ایمان

نسبت تیری بات لیہ کہ کہے اسپر تیری مار تیرے اور حدیث قدسی میں آیا ہی کہ جسنے
میرے ولی سے عداوت کی اوسکو کہتا ہوں کہ مجھسے لڑائی لڑی چنانکہ مولانا روم فرماتے ہیں
ابیات چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد ہیچ قومی را خدا
رسوا نکرد تا دل مرد خدا نامد بدرد + اور حافظ فرماتے ہیں فرد بس تجربہ کردیم
درین دیر مکافات با دُردکشان ہر کہ در افتاد برافتاد ۴ قرآن شریف میں اللہ تعالے
فرماتا ہی شیطان کو انپر غلبہ نہیں ہوتا اور جب وہ انہیں چھوتا ہی تو اوسے
دیکھ لیتے ہیں ۵ اونکے دلمیں حق و باطل کی تمیز رکھی ہوئی ہی اللہ تعالی اونکی
برائیونکو بھلائیان کر دیتا ہی اگرچہ یہ آیت توبہ کرنیوالونکی شان میں ہی مگر انپر بھی
جیسے بعض اوقات بعضی بات ایسی صادر ہوتی ہی کہ اور سے ہو تو گناہ ٹھہرے مگر اونکی نسبت
وہ گناہ نہیں ٹھہرتی بسبب اُسکے صادق اونکی جیسا مولانا روم فرماتے ہیں بیت
ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملی ملت شود + اور فرماتے ہیں بیت
وہ بکوید کفر دارد بوی دین آید از گفت شکش بوی یقین + علی مرتضی نے نماز
عصر کی عمداً قضا کی اسپر معجزہ ردّ الشمس کا واقع ہوا اور کرامت علی مرتضی کی بابت ہوئی
انس بن نضر نے مواجہ رسول اللہ در معاملہ حکم کتاب اللہ در انت کے قصاص سے بقسم انکار کیا
اسپر آخرکار حضرت نے اونکی ولایت کبری کی گواہی دی حضرت موسی نے ملک الموت کو
مارا اسپر ہزاروں برس کی زندگانی کی پروانگی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم
لوط کی بابت اللہ تعالی سے لڑے اسپر اونکو لوط کے بچانے کا مژدہ ملا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکے حق میں بشریت کی راہ سے میں کوئی کلمہ کہتا ہوں جس سے وہ دق
ہو جاتی ہی وہ اوسکے حق میں بھلائی ہوتی ہی اور اوس بات کے معنی ایک آفت رہی ہیں

جو شیخ اکبر نے فتوحات میں فرماتے ہیں یعنی یہہ بیان ہی اوس مرتبہ کا جو اہل
بدر کی نسبت مخصوص ہوا کہ جو چاہو سو کرو سب میں نے معاف کیا سو اگرچہ یہہ رتبہ غیر اہل
بدر کیلیے قطعاً نہیں ہوسکتا مگر احتمالاً اور اولیا کیلیے بھی یہہ رتبہ ہوسکتا ہی اگرچہ ذا الفضل
سا ساتہ غیر مکلف کوئی نہیں ٹہیر سکتا ۷ قران شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہی
اونسے جہک کر ملا کرو یعنی تواضع سے پیش آیا کرو ۸ سب اونسے کو چاہیے کہ اونکو اپنا ولی یعنی
حمایتی اور رفیق محبوب اور مددگار اور کارساز ٹہیراوین چنانچہ اسکے بیان میں مولانا روم
فرماتے ہیں ابیات یار غالب شو کہ تا غالب شوی یار مغلوبان مشو ہین ای غوی
دامن او گیر زوتر بیگمان تا رہی از آفت آخر زمان مہربا کان درمیان جان شان دل
الا بہر دل خوشان خاک شو مردان حق را زیر پا خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما اور حدیث
صحیح میں آیا ہی کہ جو اونسے محبت رکہیگا وہ قیامت کے دن کہیں یہہ نہوگا زیر سایہ عرش ہوگا
اور جو اونکی پاس اونکی باتین سنکینے ہو جاوین فرشتہ اونکے قدمون کے تلے پر بچہاتے ہیں
۹ قران شریف میں فرمایا ... کے حق میں گواہ ہیں اسکی تفسیر حدیث
یون آئی ہی کہ جسکے حق میں کہیں کہ اچہا شخص ہی خدا کے نزدیک وہ اچہا ہی
اور جسکے حق میں کہیں کہ برا ہی وہ برا ٹہیرے ۱۰ اونکو اور جبرئیل کو اپنے
ساتہہ ملاکر خدا تعالی نے اپنے رسول کا مولی فرمایا ۱۱ تجلی الہی جو اونمیں
ہوتی ہی اوسکو قران شریف میں فرمایا جیسے شیشہ کے برتن مثلاً فانوس یا قندیل میں
چراغ لیس مانند اوس شعلہ آتش کے ہے جو حضرت موسی کو شجرہ وادی مقدس میں نظر آیا
اور اوس سے اونہونے اپنے برتن ہو سے آواز سنی انی انا اللہ لا الہ الا انا
اور زیادہ بیان اوسکا حدیثون میں یون آیا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میں اونکی سنوائی ہوجاتا ہوں

که اوسکی وه سنتے ہیں اور ہیں اوسکی بینائی ہوجاتا ہوں که اوسکی وسیلے دیکھتے ہیں
اور اوسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں که اوسکے پکڑتے ہیں اور اوسکے پانون ہوجاتا ہوں که اوسکی وسیلے
چلتے ہیں اور بعض روایت میں یہہ بھی آیا ہی که میں اوسکی زبان ہوجاتا ہوں که اوسکی وسیلے
وه بولتے ہیں اور یا اوسکا دل ہوجاتا ہوں که اوسکی وسیلے سمجھتے ہیں اور آور احادیث صحیحہ میں
آیا ہی که قیامت کو الله تعالی فرمایگا که میں بیمار ہوا تم میری عیادت کو نه آئے بندے عرض کرینگے
که تو بیماری سے منزه ہی الله تعالی فرمایگا که میرا فلانا بنده بیمار ہوا اگر اوسکی عیادة کو تم
جاتے تو مجھے وہان پاتے اور اسیطرح اوسکے کہانا مانگنے کو اپنا کہانا مانگنا اور اوسکے پانی مانگنے کو
اپنا پانی مانگنا فرمایا جیسا اہل بیت رسالت کربلا میں پانی مانگتے تھے اور فرماتے تھے اما من
مغیث یغیثنا لوجه الله اما من ذاب یذب عن حرم رسول الله یہہ ویسی مانگنا ہی
جیسا الله تعالی قران شریف میں قرض مانگتا ہی واقرضوا الله قرضا حسنا اور مدد مانگتا ہی
ان تنصروا الله ینصرکم ۱۲ اور چونکه قران شریف میں اوسکی تعریف کی بات
سنتے ہیں اور اچھی طرح عمل میں لاتے ہیں اور منجمله اون باتون کے یہہ بھی رسول الله صلعم
فرمایا کرتے تھے که تخلقوا باخلاق الله پس معلوم ہوا که اولیاء الله کی عادتین عادات
الہیه ہوجاتی ہین جیسا شیخ اکبر نے لکہا ہی که انسان کامل میں تمام صفات الہیه میں اونہا
لالی آجاتی ہین مگر صرف بے نیازی که وه نہین ہوسکتی ۱۳ رسول صلعم نے
فرمایا که خدا اپر قسم کہا بیٹہین که فلانی بات یون ہوگی تو خواه مخواه خدا اوسکی قسم
پوری کرے ۱۴ کعبہ سے افضل ہین ۱۵ مچھلیان دریا مین اور
چیونٹیان سوراخون مین اونکے لیے صلوات الہی مانگتی ہین ۱۶ اونکے مرنے پر زمین و
آسمان روتا ہی جیسا که رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل از وقوع واقعه شہید کربلا کے

حال پر رووے لیکن بعد وقوع واقعہ کیونکر اوس پر رونا بدعت شہیر ہوگا اور مصیبت
دنیویہ کو بار بار یاد کرنا اور قرار ہیں مار کر رونا اور اوسکا بیان کرنا جیسے نوحہ
کہتے ہیں البتہ منع ہی نہ کہ محبوب محبوب رب العالمین کی مظلومی سنکر رونا کہ عین
سنت رسول اللہ ہی ۱۷ اور ایسا پاس بلا قصد اور بغیر نیت تقرب الی اللہ بھی
بیٹھنے والا شقی نہیں ہونے پاتا اور مغفرت اللہ سے محروم نہیں رہنے پاتا اسکا
بیان اوپر ہو چکا اسیواسطے مولانا روم فرماتے ہیں ۵ بندہ یک مرد صاحبدل
شوی بہ کہ بر فرق سر شاہان روی یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ
بود طاعت بے ریا گر تو سنگ و صخرہ و مرمر شوی گر بصاحبدل رسی گوہر شوی سایہ
یزدان بود بندہ خدا مردہ این عالم زندہ خدا دست زن در ذیل صاحب دولتے
تا ز افضالش بیابی نعمتی + ختم بالخیر در سنہ ۱۲۷۷ ہجری

بمطبع سعد الاخبار آگرہ

کر اوسی سے وہ سنتے ہیں اور میں اوسکی بینائی ہوجاتا ہوں کر اوسی سے وہ دیکھتے ہیں
اور اوسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں کر اوسی سے پکڑتے ہیں اور اوسکے پاوں ہوجاتا ہوں کہ اوسی سے وہ
چلتے ہیں اور بعض روایت میں یہہ بہی آیا ہی کہ میں اوسکی زبان ہوجاتا ہوں کہ اوسی
سے بولتے ہیں اور اوسکا دل ہوجاتا ہوں کہ اوسی سے وہ سمجھتے ہیں اور آثار احادیث صحیحہ میں
آیا ہی کہ قیامت کو اللہ تعالی فرماویگا کہ میں بیمار ہوا تم میری عیادت کو نہ آئے بندے عرض کرینگے
کہ تو بیماری سے منزہ ہی اللہ تعالی فرماویگا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا اگر اوسکی عیادۃ کو تم
جاتے تو مجھے وہاں پاتے اور اسی طرح اوسکے کہانا مانگنے کو اپنا کہانا مانگنا اور اوسکے پانی مانگنے کو
اپنا پانی مانگنا فرمایا جیسا اہل بیت رسالت کربلا میں پانی مانگتے تھے اور فرماتے تھے اما من
مغیث یغیثنا لوجہ اللہ اما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ یہہ ویسی مانگنا ہی
جیسا اللہ تعالی قرآن شریف میں قرض مانگتا ہی و اقرضوا اللہ قرضا حسنا اور مدد مانگتا ہی
ان تنصروا اللہ ینصرکم ۱۲ اور چونکہ قرآن شریف میں اونکی تعریف ہی کہ بات
سنتے ہیں اور اچھی طرح عمل میں لاتے ہیں آو سمجھ اون باتوں کے یہہ بہی رسول اللہ صلعم
فرمایا کرتے تھے کہ تخلقوا باخلاق اللہ پس معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی عادتیں عادات
الہیہ ہوجاتی ہیں جیسا شیخ اکبر نے لکہا ہی کہ انسان کامل میں تمام صفات الہیہ سوا اونکے
الی آخرہا آجاتی ہیں مگر صرف بے نیازی کہ وہ نہیں ہوسکتی ۱۳ رسول صلعم نے
فرمایا کہ خدا ایسے قسم کہاتے ہیں کہ فلانی بات یوں ہوگی تو خواہ مخواہ خدا اونکی قسم
پوری کرے ۱۴ کعبہ سے افضل ہیں ۱۵ مچھلیاں دریا میں اور
چیونٹیاں سوراخوں میں اونکے لیے صلوات اللہ مانگتی ہیں ۱۶ اونکے مرنے پر زمین و
آسمان روتا ہی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از وقوع واقعہ شہید کربلا کے

حال پر رونے سے کیس بعد وقوع واقعہ کیونکہ اون پر رونا بدعت ٹھہریگا اور مصیبت
دنیویہ کو باربار یاد کرنا اور زار زار ہین مار کر رونا اور اوسکا بیان کرنا جیسے نوحہ
کہتے ہین البتہ منع ہی نہ کہ محبوب محبوب رب العالمین کی مظلومی سنکر رونا کہ عین
سنت رسول اللہ ہی ۱۷ اور یکہ پاس بلا قصد اور بغیر نیت تقرب الی اللہ بھی
بیٹھنے والا شقی نہین ہونے پاتا اور مغفرت اللہ سے محروم نہین رہنے پاتا اسکا
بیان اوپر ہوچکا اسیواسطے مولانا روم فرماتے ہین ۵ بندہ یک مرد صاحبدلی
مثنوی بہ کہ بر فرق سر شاہان روی یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ
بو طاعت با تقا گر تو سنگ و صخرہ و مرمر شوی گر بصاحبدل رسی گوہر شوی سایہ
یزدان بود بندہ خدا مردہ این عالم زندہ خدا دست زن در ذیل صاحب دولتی
تا ز اکرامش بیابی نعمتی + ختم بالخیر در سنہ ۱۲۷۷ ہجری

بمطبع سعد الاخبار آگرہ

الحمد للہ کہ این رسالہ شریفہ مفید خاص و عام مسمی بہ

عجالہ نافعہ

۱۲۶۴

در تحقیق متعنی بعد عشت سنیہ در مطبع نگین مطبوع گردید

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الولی والصلوة والسلام علی نبیه افضل النبیین
وآله الطیبین واصحابه الطاهرین وازواجه امهات المؤمنین

اما بعد این سطور چند در بیان حد بدعت وبعض فوائد مناسبه
حسب استدعای بعض طالبان حق وسالکان راه صدق بحیطه تحریر
در آمده تا در امتیاز بدعت از سنت مرید صادق وطالب راه حق را بصارت
کامله ومنفعت غنیمه حاصل شود امید از ناظران این عجاله نافعه اینکه در حق
کاتب بی بضاعت بازدیاد نور ایمان واتباع سنن حضرت سید الانس
والجان علیه وعلی آله من الصلوات اتمها ومن التحیات اکملها واجتناب
از بدعت از جناب حضرت واهب العطایا جل شانه دعا فرمایند والله ولی التوفیق

التوفیق وبیده ازمة التحقیق **بدعت** در لغت بمعنی نو پیدا است و در

عرف شرع مقدس اینکه پیدا کرده شود در اسلام و دین چیزیکه یافته نشود

سند و دلیل آن از کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس مجتهد قال رسول

الله صلى الله عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه

فهو رد قال الطيبي في حاشية مشكوة المصابيح في شرح الحديث

المروي المتفق عليه اي في الاسلام ما لم يكن له من الكتاب

والسنة سند ظاهر او خفي او مستنبط فهو مردود عليه یعنی احداث فی الاسلام

که مراد از کلمه امرنا هذا است بغور تمام ملحوظ خاطر باید داشت تا با دراک آن

افراد بدعت از غیر آن ممتاز گردد و اختلاط یکی بدیگری نشود پس بدانکه مراد

از امر که منسوب بآن حضرت ست صلی الله علیه وسلم اموری که متعلق رضا

و سخط و مستوجب مدح و ذم عند الله تعالی باشند یعنی در فعل و ترک آن

رضا و سخط او تعالی و تقدس متعلق شود و فاعل او مثاب و تارک او

ملام گردد پس چیزی که حادث شود یعنی هیچ دلیلش از دلائل شرعیه یافته

نشود و فاعل آنرا من جمله دین یعنی مستوجب ثواب و خشنودی او تعالی

شانه شمارد همان چیز بدعت ست و موررد ضلالت و مردودیت و فاعل آن

در ترکیب ضلالت و همین چیز ست که آن حضرت صلی الله علیه وسلم فرموده اند
شر الامور محدثاتها و کل بدعة ضلالة انتهی حالیا باید دانست که در جمله
بدعت دو قید ماخوذ ست یکی آنکه آن فعلی نو پیدا و محدث یعنی بلا دلیل
از دلائل شرعیه بود دیگر آنکه فاعل آنرا موجب قرب و منزلت و خشنودی
او تعالی سبحانه شمارد چنانچه آن امور که در کتاب و سنت صراحةً موجود اند
و ادای آنرا موجب رضا و خشنودی او تعالی شانه می شمارد همچنین این
امر محدث را از قبیل امور دینیه میداند پس چیزیکه ماخذ آن در کتاب و سنت
موجود ست یا باجماع امت یا بقیاس مجتهد ثابت گشته آنرا بدعت نباید
گفت باید دانست اشیائی کثیره و امورات متعدده که در بادی
رای بسبب غفلت از قیود بدعت شبیه به بدعت گشته اند تفصیل آن موجب
اطناب منافی اختصار این عجالهٔ نافعه دانسته بر اشیای معدوده اکتفا
رفته و باقی افراد را بر تمییز فهم زکی حواله نموده شد منجمله آن مسائل اجتهادیه
که در بادی رائی ناقص شبیه بامور محدثه مینمایند و چگونه مسائل اجتهادیه
را بدعت توان گفت حال آنکه اصول و ماخذ آنها در کتاب و سنت موجود
یعنی آنچه در کتاب و سنت موجود و مشمول بود و بسبب دقت و خفا در نظر

در نظر عوام مختفی و محتجب بود و فهم هر کس بان نمیرسید علما رضی الله تعالی

عنهم بقاعده شرعیه استنباط نموده تبیین فرمودند و تشریح نمودند نه آنکه

مجتهدین از نفس خود ایجاد و احداث نموده اند و از اینجاست که قیاس مظهر

است نه مثبت پس مسائل مستنبطه را بدعت گفتن محض نادانی است

من جمله آن تصنیف کتب دینیه و تالیف حدیث و ترتیب کتب فقهیه بر

فصول و ابواب برای تسهیل طلاب و تعریب کلام مجید تا بر صون از غلطی
اعراب دادن بما

عوام الناس خصوص اعاجم که بجهل خود الفاظ قرآن را از کجا تا کجا خواهند

رسانید این همه از مستحسنات شرعیه اند چراکه مفید حفظ دین اند و آن مقدم

تر و من جمله آن نماز تراویح با جماعت در لیالی رمضان شریف که بعض

عوام بدعت میگویند و در حقیقت سنت آنحضرت صلی الله علیه وسلم است

که سه شب بنفس نفیس با جماعت اقامت فرمودند و ترک آن در بقیه

لیالی عذر خوف فرضیت آن بر امت بیان فرمودند و تحریص و ترغیب که

بر قیام لیالی رمضان امت را فرموده اند بر متتبع کتب حدیث پوشیده نیست

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ

حُجْرَةً فِی الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِیْرٍ فَصَلّٰی فِیْهَا لَیَالِیَ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَیْهِ نَاسٌ

ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ
لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ صَنِيْعَكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ
يُكْتَبُ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ
بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
مروی ست از زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یک حجرہ از بوریا در مسجد درست فرمودند پس دران حجرہ چند شب نماز را
گذرانیدند تا آنکہ اجتماع کردند مردمان پس یکشب آواز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نیافتند دانستند کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خواب اند
برای برآمد تنحنح میکردند پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من عمل شما
می دیدم ترسیدم کہ بر شما فرض شود و اگر فرض کردہ شود اقامت آن از شما
نخواہد شد پس ای مردمان نماز اندرون خانہای خود بخوانید البتہ نماز مرد
در خانہ افضل ست مگر نماز فرض وَفِي الْمِشْكٰوةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ
رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ
فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا

واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه بود رسول الله
صلی الله علیه وسلم ترغیب میفرمود برای قیام رمضان مگر حکم بعزیمت
ولزوم نمی فرمود ازین بیان لائح و واضح گشت مشروعیت تراویح باجماعت
ونیز ثابت گشت که ترک آنحضرت صلی الله علیه وسلم بخوف فرضیت شفقة
برامت بود و نسبت احداث آن بحضرت فاروق رضی الله تعالی عنه نادانی
صرف است وقاعده اصول است که چون حکم بموجب نص شارع معلل
بعلت باشد نزد ارتفاع آن علت مرتفع میشود همچنین ترک صلوة مذکور
باوجود اداء آن بجماعت سه شب معلل بخوف فرضیت بود وبعد ارتحال
حضرت سرور کائنات صلی الله علیه وسلم آن خوف برطرف شد زیرا که وحی
منقطع گشت پس مشروعیت وسنیت آن باصل خود ماند وآنچه حضرت
فاروق رضی الله تعالی عنه خود گفته اند نعمت البدعة هذه معنیش اینکه مواظبت
آن بجماعت واحده چیزی نو پیدا است که در زمان سرور کائنات صلی الله
علیه وسلم نبود نه آنکه اصل آن موجود نبود وبسا چیزها استکه بخصوصیات
وهیئت خاصه در زمان کرامت نشان حضرت سرور کائنات صلی الله علیه وسلم
موجود نبودند لیکن چونکه مرغوب ومرضی شارع علیه السلام وداخل کلیات

و حنفیه مستند و اصول آنها ثابت اند آنرا بدعت نتوان گفت چه بدعت همان
است که در شرع هیچ اصل نداشته باشد این ست بنا بر تفهیم متشکلین طلاب
اهل سنت و جماعت ورنه بدعت حقیقتش آنست که در شرع هیچ اصل نداشته
باشد و چیزی که از خلفای راشدین و اجماع صحابه و تابعین ثابت شد بحکم
حدیث مشهور ملحق بسنت ست قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ
سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ
اکثر حضرات شیعه امامیه اثنا عشریه هداهم الله تعالی و ایانا سنت تراویح احداث
عمری نامند و بدعت میگویند و بر حضرت فاروق رضی الله تعالی عنه طعن
احداث فی الاسلام مینمایند و بر اهل سنت بسبب اتباع امر محدث بزعم خود طعن
میفرمایند و این طعن حضرات عالیات در حق حضرت فاروق بتقریر سابق
یعنی ثبوت تراویح بجماعت از حضرت خاتم الرساله علیه و علی آله الصلوة والتحیة
و ترک آن بخوف فرضیت شفقة علی الامة و مواظبت اصحاب رضی الله تعالی
عنهم بحکم ارتفاع علت بوجه اتم دفع گردید و در حق اهل سنت با وجود دلایل
باین وجه هم نتوان گفت که احداث فاروقی را بر مذاق اهل سنت و جماعت بدعت

بدعت گفتن چشم پوشی از مسلک ایشان است زیراکه افعال و اقوال حضرت
فاروق بحکم حدیث مشهور نزد ایشان ملحق بسنت است و چه خواهند گفت حضرات
اثنا عشریه در حق عید غدیر و تعظیم نوروز و ادای نماز شکر روز قتل فاروق رضی
الله تعالی عنه یعنی نهم ربیع الاول و در تحلیل فروج جواری و محروم کردن
بعض اولاد از بعض ترکه که هرگز این چیزها در زمان آنسرور علیه الصلوة والسلام
نبوده و بزعم شیعه ائمه این را احداث کرده اند چون نزد اهل سنت و جماعت
خلفای راشدین بحکم حدیث مشهور مسطور حکم ائمه هدی دارند احداث عمر
رضی الله تعالی عنه بدستور احداث ائمه بدعت نمیدانند و اگر بدعت میدانند
بدعت حسنه میدانند که ملحق بسنت است والحمد لله تعالی علی ما وفقنا باتباع
حبیبه و خلفائه صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و من جمله آن لباسهای جدید
و طعامهای لذیذه و مکانهای باوضاع محدثه و هیآت متجدده که در زمان
کرامت نشان باین اوضاع مخصوصه نبودند آنها را داخل بدعت مینمایند
منشاء این اشتباه غفلت از مفهوم بدعت است چه بدعت آنست که احداث
امری کنند و آنرا از امور شرعیه دانند یعنی چیزیکه موجب قرب و رضای الهی تعالی
شانه مر فاعل او را و موجب سخط و بعد مر تارکه را باشد و بر وی هیچ دلیلی از ادله

شرعیه یافته نشود و مبنای این همه امورات بر عرف و عادت است نه بر دین و ملت
چه عرف بعض بلاد خلاف بعض از بلاد است و همچنین در یک بلد باعتبار
تفاوت ازمنه تفاوت عرف واقع است آری موافقت عادت حضرت سرور
کائنات علیه و علی آله من الصلوات والتحیات اکملها نیز منتج نتائج و مثمر سعادت
و افید راه مقصود و منبی از محبت است وفقنا الله تعالی سبحانه لاتباع حبیبه
سید الکونین و رسول الثقلین و رزقنا حبه و شفاعته یوم الدین صلی الله علیه
و علی آله و اصحابه اجمعین و من جمله آن تعیین وضع بعض اذکار و مراقبات
که حضرات صوفیه رضی الله تعالی عنهم اجمعین بنا بر افاده طالبان راه جذب
و سلوک مقرر نموده اند مانند تکرار کلمه طیبه بحبس نفس و رسانیدن بعدد معین
در یک نفس و بجلسه دو زانو یا چهار زانو با آنکه تکرار نفس کلمه طیبه راس العبادات
است و فضائل و مناقب آن در احادیث صحیحه ثابت حرف در تعیین وضع
خاص است و همین وضع را بعض ناواقفان بدعت میدانند و این همه
خارج از حد بدعت است زیرا که این اوضاع را کسی از دین و ملت نمی شمارد
با آنکه فاعل یا تارک آن از اثاب و ملام عند الله تعالی و تبارک داند بلکه از قسم قواعد
صرف و نحو که برای اقتدار بر ادراک مضامین آیات قرآنی و احادیث حضرت

حضرت سرور کائنات محبوب سبحانی صلی الله علیه وآله وسلم واطلاع بر محاوره
عرب که اصل دین ازانجاست علما استخراج کرده اند باید دانست ویا از قبیل
آلات حرب که بسبب تفاوت زمان وطبائع عقلا آنرا وضع نموده اند ومفید
محاربه با کفار میدانند همچنین اشیای مذکوره را تصور باید نمود که بنابر دفع
وساوس وخطرات که محل توجه الی الله تعالی است نافع وبجای حدوث گرمی
قلب مفید است نه آنکه فقط حبس نفس ونشستن دوزانو یا چارزانو مستوجب
قرب منزلت عند الله تعالی است اگر احدی فائده نفسه اشیای مذکوره را
که از امور آلیه اند از مقاصد شرعیه پندارد بلاریب در حق او بدعت است همچنین
جمله اوضاع اکتساب را که بزرگان طریقت کثرهم الله تعالی به نسبت بعض
طلاب مقرر فرموده اند قیاس باید کرد اگر فردی از افراد امت را بدون
ارتکاب این اوضاع محض بدر صحبت عزیزی یا ببرکت اتباع کتاب وسنت
یا محض بموهبت وعنایت خاص او تعالی شانه حالات صحیحه ومقامات سنیه
از فنا وبقا نوازش فرماید وبهره از فیوض قرب ولایت وقرب نبوت بر او مفتوح
فرموده منصب کمال وتکمیل هم مرحمت فرماید هیچ بعید نه صحبت آن سعید ازلی
را از مغتنمات شمرده ملازمت باید نمود ودر استرضای او بذل نفس ومال را

سعادت خود باید شمرد اگرچه وجود این چنین بزرگ بسیار تا در بعد مرور قرون

و دهور پیدا میشوند زیراکه درین جزو زمان وصول بمقامات جذب و سلوک

بدون اختیار طریقی از طرق متعارفه ندرت تمام بلکه حکم عنقا دارد و پس اختیار

طریقی ازین طرق لازم افتاد لیکن اختیار طریقی که حفظ حدود شرعیه دران

مرتبهٔ اعلی است ضرور است و آن طریقه نقشبندیه هست پس اختیار آن بسیار

اولی و انسب که اقرب الی المقصود است چه این بزرگواران بنا طریقت بر اتباع

سنت اجتناب بدعت نهاده‌اند و احتیاط از فضول مباحات التزام نموده‌اند و وجد

و حال را تابع شریعت داشته‌اند هر حالی که حاصل شود ببرکت شریعت و ادای

سنت حاصل شود معتبر مقبول و اگر در خلاف آن میسر آید غیر معتبر نامقبول

پس بالفرض اگر از وجد و تواجد هیچ حاصل نشد فقط اتباع سنت و التزام

شریعت برای نجات کافی است و نیز حصول مراتب اخلاص که مقصود از سیر

و سلوک است بدون اضمحلال نفس صورت نمی بندد و آن موقوف بر مخالفت با نفس

است پس در هر راهی که مخالفت بالنفس زیاده تر فنای او شتاب تر و از

معامله مخالفت بالنفس درین طریق زیاده تر زیراکه نفس بالطبع مجبول

بطغیانی و سرکشی است و خودپسندی عادت او است هر چیزی که تو جد طبیعت

طبیعت با ختیار ذات اوست اگرچه از ریاضات شاقه و مجاهدات شدیده باشد تمرد او سخن
وسهل شریعت و انقیاد و اطاعت غیر بالضرور بر او بسیار سخت و گران تر در این طریق
چون ملامتیه اتباع سنت و ترک بدعت نهاده اند بر آثار بسیار گران است که فتح و گذشته تن بعجز
و انقیاد در داده مامور و محکوم مولای حقیقی جل جلاله شود پس چون نفسش به برکت اطاعت
گرفته به نور سنت علی صاحبها الصلوة والتحیه منور گشته و تمرد و با ضمحلال
خواهد آورد و آثار گی را خواهد گذاشت بر او در اخیال نباید کرد که حقیقت
خلاف شریعت است که سخن جهال و کفر است بلکه همین شریعت است
که در خدمت درویشان رنگ دیگر پیدا میکند چون قلب از تعلق حسی و علمی
ما سوی الله داشته پاک شود و رذائل نفس بر طرف گشته نفس مطمئنه
شود و خلاص بهم رساند شریعت در حق او با مغز شود و دو رکعت او بهتر
از یکصد رکعت دیگران باشد و همچنین صوم و صدقه او و این از جهت قوت
ایمان و اخلاص است پس نور باطن پیغمبر صلی الله علیه وسلم را از سینه
درویشان باید جست و لی در قرآن شریف متقی را فرموده و در حدیث
علامت اولیاء الله فرموده که از صحبت او خدا یاد آید یعنی محبت دنیا در
صحبت او گم شود و محبت حق زیاده گردد و منجمله آن تصویر مکانات متبرکه

یعنی تصویر روضه منوره و مسجد مکرمه حضرت سرور کاینات صلی الله علیه
و آله وسلم و تصویر کعبه معظمه و مطاف و زمزم و حرم مبارک و منا و مزدلفه
و عرفات و بیت المقدس و کربلای معلی که اکثر بر کاغذها برای تشخیص امکنه
معدوده و تخیل آن می کشند اگر مقصود همین قدر است خارج از بدعت
است زیرا که از مقصود شرعی نیست و اگر مقصود آنست که فقط صور این امکنه
ساختن از جمله امور متبرکه هستند و یا بران صور مصنوعه احکام اصل جاری
نمایند البته بدعت سیئه است بلکه در بعض امور شاید منجر بکفر هم شود
چنانچه با تعزیها عوام کالانعام و خواص کالعوام را رسوم و معمول گشته
مراد ما ازین شیعه
هداهم الله تعالی و نجاهم عن هذه البلاء المهلکه و پیشتر اشیای کثیره از ممنوعات
شرعیه اند و بتاویل باطل آنرا داخل مکروه مباح میدانند و تارک آنرا ملام
می پندارند مجمله آن افروختن چراغان است بر قبور و پوشیدن قبور
بچادرهای رنگین و طواف گردا گرد آن با ازدحام و انفراد و امثال آن
اهتمام و شدت اعتنا باین امورات بحدی رسیده که اگر فرض ترک
شود یا جماعت ترک گردد هیچ تاسف و خیال تدارک نیست لیکن روشنی
چراغان بروز معین اگرچه باستقراض باشد و با شد هرگز فوت نشود بلکه

ف [illegible] تصویر روضه منوره فقط [illegible] صورت قبور [illegible] بدعت است از جمله [illegible] است [illegible]

تنبیه من جمله امورات ممنوعه اعتقاد نحوست و سعادت ایام و شهور است
که اکثر ناقصین دین بلا ابتلا تا آنکه بدون استفسار از برهمن اقدام بر هیچ کاری
نمایند صدق قول برهمن کافر چنان [illegible] از اذهان شان مرسوخ و مرکوز گشته
که وحی منزل من السماء و حدیث مروی از حضرت خیر الانبیا صلی الله علیه
وسلم می پندارند نعوذ بالله منها خلاف قول برهمن انکار و مخالفت خدای
عالم الغیب گوارا و همین عقیده باطله را و تعالی و تقدس در کلام مجید فرقان
حمید جا بجا رد میفرماید باید دانست که کهانت عرب یعنی اخبار از
کوائن و دعوی معرفت اسرار پوشیده به چند وجه بود یکی آنکه با شیاطین و اجنه
مناسبت پیدا کرده بودند و بهمین مناسبت از شیاطین تلقی اخبار
می نمودند و حال شیاطین آن بود که باستراق سمع از ملاء اعلی تلقی کرده
چند امورات صادقه امورات کاذبه ضم و الحاق نموده القای آن در گوش
اولیای خود مینمودند و اینها بمقتضای ریاست بر احباب و رفقای خود
اظهار میکردند پس بقدر صدق صورت آن ظهور می یافت بر کلمه
صادقه اعتبار نموده معتقد و مخلص اینها می شدند و باعزاز و تعظیم و هدایا
و تحف پیش می آمدند و اقوال کاذبه را اعتبار نمی نمودند فقط و این صورت

استراق را او تعالی شانه در کلام مجید خود جا بجا بیان فرموده و در حدیث
صحیح هم مذکور است چنانچه منقول خواهد شد و صورت دیگر اینکه
دعوی معرفت اسرار نمودند و استدلال میکردند بمقدمات اسباب
از کلام سائل و فعل و حال او چنانچه میگفتند من مسروق را میدانم و مکان
گم شده را میدانم و امثال آن مدعی این فعل را عراف میگویند و این هر دو
صورت را حدیث شریف علی مصدره الصلوٰة والسلام رد می فرماید
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ
يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِشَيْءٍ يَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ
قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ الخ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً
واین حدیث در مصابیح مذکور است فقط و از اقسام کهانت انتساب
حوادث مثل نزول باران و هبوب ریاح و قحط و خصب و سعادت و نحوست
و اقبال و ادبار بحرکات کواکب و افلاک و طلوع و غروب ستارها

ستاره‌ها و حرکات کواکب را موثر بالذات دانستن و تمیز کائنات بغرض
اخبار و اقدام بامورات مهمه و کارهای عمده در ایام و ساعات مقرره
و خلاف آن موجب نحوست و شر عاقبت دانستن کهانت و تنجیم گویند
و این عقیده باطله را فرقان حمید در آیات محکمه ابطال میفرماید هو الذی
ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمته وهو الولی الحمید
ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما
تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت
عن زید بن خالد الجهنی قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم
صلوة الصبح بالحدیبیة علی اثر سماء کانت من اللیل فلما انصرف
اقبل علی الناس فقال هل تدرون ماذا قال ربکم قالوا الله ورسوله اعلم
قال اصبح من عبادی مومن بی وکافر بالکوکب فاما من
قال مطرنا بفضل الله ورحمته فذلک مومن بی کافر بالکوکب
واما من قال مطرنا بنوء کذا فذاک کافر بی مومن بالکوکب
وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم من اتی کاهنا فصدقه بما یقول او اتی امرأته حائضا

أَوْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مشكوٰة شريف فِي مَجْمَعِ الْبِحَارِ النَّوْءُ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَسُكُوْنِ الْوَاوِ فَهَمْزَةٍ زَعَمُوْا أَنَّ الْمَطَرَ لِأَجْلِ أَنَّ الْكَوْكَبَ نَاءَ أَيْ غَابَ أَوْ طَلَعَ وَمَنْ زَعَمَ أَوْ قَالَ نَاقِلًا مَحْذُوْرَ فَلَيْسَ مِنْ وَقْتِهِ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ بِنَوْعٍ مِنْ مَرَافِقِ الْعِبَادِ

نو یعنی غروب و طلوع ستاره عرب را عموم بود که بارید ن آب علت آن طلوع و غروب ستاره هست لهذا شارع علیه الصلوات التسیمات من التحیات المکملها رد اعتقاد باطل شان فرمود که علت باریدن باران طلوع و غروب ستاره دانستن کفر است لا موثر الا الله تعالی یعنی موثر در جمیع اشیا و موجد آن حق تعالی و تقدس ست و ممکن و حادث الذات را چه قدرت که ایجاد و احداث ممکن نماید آری اینقدر دانستن که عادت او تعالی شانه جاری ست که در بعض اوقات ایجاد بعض اشیا میفرماید منافی شرع نیست چنانچه در ملک هند حشرات الارض در ماه ساون پیدا می شوند و بعد مضی ایام بارش ناپیدا میشوند همچنین چهار ماه مشهور بنا بر نزول باران بطور عادت جری

صلوت معین فرمود و مرافق و منافع عباد بآن متعلق گردانید پس اوقات
مذکوره معرفات الٰهیه موثره است تمت

خاتمة الطبع

سپاس بقیاس خالق کون و مکان و صلوات بی غایات رسول انس و جان
که رساله عجاله نافعه از افادات جناب هدایت و ارشاد مآب قدوة المشائخ المحققین
زبدة العارفین سرامد واصلین مقتدای کاملین المنقطع الی الله عن الدنیا
وما فیها والمتبتل الی الحق من النفس و اهلها ماحی البدعة ومحی السنة
سیدنا و مرشدنا و مولانا السید مولوی ابو الحسن النقشبند
ادام الله افاضته علی المستفیضین وارشاده علی المسترشدین فی شهر المحرم
الحرام فی السابع والستین بعد الالف والمائتین من هجرة نبی الثقلین پیرایه
اختتام پوشیده آب و رنگ طبع بخشیده
والحمد لله علی ذلک

صحتنامۂ غلط ناقصہ

کرہزل	کرہوا	۵	۱۱	العذاب	بعذاب	۲	۳
وببرکت	ببرکت	۸	۱۱	اوحی	ادحی	۶	۳
دانخوص	دخوص	۱	۱۳	فسبحوا	فتسبحو	۱۵	۵
عزمنہ	عزہ	۹	۱۲	لنبلا	لنہلا	۱	۶
بنزلہ زید	بنزلفدبعد	۱۲	۱۲	تحفیت	نحفیت	۲	۱۱
تاہبند	نہبند	۷	۱۲	سنبت	سفیت	۱۰	۷
لغوبرا	نفزبرا	۸	۱۲	[illegible]	تعمت النبد علتہ	۱۵	۱۲
تنغبیہ	تنبیہ	۱	۱۴	ہبات	سعت	۱۲	۱۲
تنقی	تعمی	۹	۱۲	بالقواعید	بالنواجید	۷	۸
دہوز	ہوز	۱۲	۱۴	حکم	حکم	۷	۹
تمت				ومنی	منی	۶	۱۰